سوانح مولانا روم

مثنوی شریف کے نامور مصنف

مولانا جلال الدین رومی اور بعض دیگر اولیائے کرام کے ایمان افروز حالات

از

مولانا سید میاں اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ

محدث دار العلوم دیوبند

ادارہ اسلامیات

۱۹۰- انارکلی ○ لاہور-۲

فہرست عنوانات!

	صفحہ نمبر
تمہید	۴
حضرت مولوی معنوی کا نام و نسب اور سن پیدائش۔	۶
ترک وطن، سفر بیت اللہ، واپسی روم۔	۹
قونیہ میں آمد اور مولانا بہاء الدین کی وفات۔	۱۲
مولانا روم کی شادی، اور اولاد۔	۱۳
مولانا روم کی ظاہری و باطنی تعلیم و تربیت۔	۱۹
آپ کا علم و فضل اور کلام مثنوی شریف۔	۳۲
مثنوی شریف کی شروحات۔	۴۲
آپ کے کلمات و نصائح	۴۷
کشف و کرامات، عبادت و زہد	۵۱
مولانا روم کی وفات۔	۵۵
مولانا کے خلفاء اور جانشین۔	۵۷
حضرت حسین بن منصور حلاج کے حالات۔	۶۲
حضرت شیخ فرید الدین عطار کے حالات۔	۶۷
حکیم سنائی غزنوی کے حالات۔	۷۰
شیخ صدر الدین محمد بن اسحاق القونیوی۔	۷۲
شیخ مؤید الدین جندی۔	۷۴
حضرت بابا کمال جندی۔	۷۵
حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی۔	۷۶
شیخ فخر الدین ابراہیم عراقی۔	۷۷
حضرت شیخ اوحد الدین کرمانی	۸۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

الحمد للہ الملک القدوس ذی الجود و الکرم والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء وزبدۃ الاصفیاء سیدنا محمدن النبی الاکرم وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ الذین ھم خلاصۃ خیر الامۃ۔

امّا بعد!

محبان اولیائے خداوندی و دوستداران صلحائے امت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو واضح ہو کہ تمام متوسلین حضرت رسالت مآب کی محبت عین ایمان ہے اور متوسلین و متعلقین آپ کے اہل بیت طاہرین ہوں یا صحابۂ کاملین، علمائے مجتہدین ہوں یا دوسرے صلحائے اولین و آخرین اصل اور مبدأ ان سب کی محبت و عقیدت کا محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سے یہ سب ثمرات فروع ہیں۔ جس کو ان حضرات سے خلوص نہ ہو، سمجھے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی محبت میں نقصان ہے جو حقیقت میں نقص فی الایمان ہے۔ البتہ حد طاعت سے ان سے نہ بڑھنا اور دائرہ شریعت میں رہ کر حکم خداوندی کے تابع رہنا ضرور ہے۔ یہ فقیر بے بضاعت خالی از طاعت وعبادت انہیں حضرات کی محبت واعتقاد کو زاد آخرت، سمجھتا ہے۔ ع

أُحِبُّ الصَّالِحِينَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ
لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِي صَلَاحًا

انہیں حضرات کاملین میں حضرت مولانا محمد جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ معروف بہ مولوی معنوی داخل ہیں۔ آپ کی مثنوی اس طرح مقبول انام ہے کہ صرف اہل اسلام ہی نہیں بلکہ دیگر مذاہب والے بھی اس سے دلچسپی رکھتے ہیں اور لطف اٹھاتے ہیں مگر مولانا موصوف کے حالات بہت کم لوگوں کو معلوم ہیں۔ ان ایام میں چند بار مولانا کا ذکر ہوا تو خیال ہوا کہ آپ کے کسی قدر حالات اردو میں لکھ دیئے جائیں۔

چنانچہ ماہ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ میں یہ حالات ترتیب دے کر آخر میں بعض ان بزرگوں کے حالات بھی تحریر کر دیئے جو مولانا موصوف کے حالات سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ اول تو انسان سراپا خطا ونسیان

ہے۔ علاوہ ازیں اس رسالہ کی تالیف کا اتفاق بحالت قیام جونپور ہوا ہے۔ جہاں احقر کے پاس اس قسم کی کتابوں کا ذخیرہ بالکل نہ تھا صرف تین چار فارسی و عربی کی مطبوعہ و قلمی کتابوں کے اعتبار پر یہ مجموعہ تیار کیا گیا ہے لہذا اہل کمال سے امید ہے کہ جو خطا نظر آئے بمقتضائے الدین النصیحۃ عفو و اصلاح فرمائیں یا بطرز مناسب مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ طبع میں لحاظ کیا جائے وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

حضرت مولوی معنوی کا نام و نسب ولادت

آپ کا اسم شریف محمد جلال الدین اور لقب خداوندگار تھا۔ آپ کے والد ماجد کا نام محمد بہاء الدین اور سلطان العلماء لقب تھا جو اپنے زمانہ کے مشہور آفاق اولیائے کاملین میں سے تھے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے خلیفہ اول کی اولاد میں ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اور سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ تک آپ کا سلسلہ نسب اس طرح پہنچتا ہے۔ محمد جلال الدین بن محمد بہاؤالدین بن احمد بن محمود بن مودود بن ثابت بن مسیب بن مطہر بن حماد بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالے عنہ۔

مولانا بہاؤالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ صاحبہ خراسان کے بادشاہ علاؤالدین محمد بن خوارزم کی بیٹی تھیں۔ بادشاہ کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زیارت سے مشرف فرما کر ارشاد فرمایا کہ احمد الحسین خطیبی (یعنی مولانا رومی علیہ الرحمۃ کے دادا اور مولانا بہاؤالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد) سے اپنی دختر کا نکاح کر دو۔ بادشاہ صبح کو نہایت شاداں و فرحاں بیدار ہوا۔ اور مولانا خطیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو نہایت اعزاز و احترام سے بلا کر ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان کیا۔

آپ نے بھی اس مبارک تعلق کو منظور فرمایا۔ بادشاہ نے نہایت مناسب طرز سے مولانا حسین الخطیبی کی شادی اپنی بیٹی سے کر دی۔ نو ماہ گزرے تھے کہ حضرت حسین خطیبی کے گھر میں شہزادی کے بطن سے بیٹا تولد ہوا جس کا نام محمد بہاؤالدین رکھا گیا۔ جب محمد بہاؤالدین کی عمر دس سال کو پہنچی کہ آپ کے والد ماجد حضرت حسین بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ قرآن مجید اور ضروری چیزیں تو حاصل فرما ہی چکے تھے۔ اب محمد بہاؤالدین نے دیگر علوم دین کی طرف توجہ فرمائی اور تھوڑی ہی مدت میں ترقی فرما کر محمد بہاؤالدین سے مولانا بہاؤالدین ہو گئے۔ اور وہ اعلیٰ کمال حاصل کیا جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ اسی کے ساتھ مدارج باطنی

کو بھی ملنے فرمانا شروع کیا۔ اور حضرت شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے فیض خدمت و صحبت سے رجو اپنے زمانہ کے اولیائے میں سے تھے، آئینہ قلب کو نورانی بنانا شروع کیا۔ مولانا بہاؤالدین کی شادی ہو چکی تھی اور مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ جیسا صاحب فضل و کمال بیٹا ان کے مبارک نصیب میں لکھا تھا۔

مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ چھٹہ ربیع الاول ۶۰۴ھ ہجری کو بلخ میں تولد ہو کر اپنے باوقار اور ذی عزت باپ کی فرحت و مسرت کا باعث ہوئے۔ خود مولانا بہاؤالدین کو بھی اس ولادت باسعادت سے بڑی خوشی ہوئی اور آپ کے تمام معتقدین واحباب کو بھی۔

جلال الدین محبت اور پیار کے ساتھ اس عزت سے پرورش پاتے رہے جو ایسے مقبول انام اور ذی عزت بزرگوں کے بچوں کو حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ ہر شخص کا میلان و رجحان ابتدا سے اکثر اسی قسم کی باتوں کی طرف ہوتا ہے جن کو انجام دہ کرنے کے لئے وہ بنایا گیا ہے اور پھر سرپرستی اور سایہ بھی ایسے باپ کا تھا کہ جس کے یہاں علم و عمل کے دریا بہتے تھے اور طاعت و عبادت خداوندی کے سوا کوئی کام ہی نہ تھا۔ لہٰذا مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کو شروع ہی سے علم سے مناسبت اور عبادت خداوندی کی طرف رغبت تھی۔

ترکِ وطن، سفرِ بیت اللہ، واپسی روم

اس زمانہ میں مولانا روم علیہ الرحمتہ کے والد ماجد اپنے دینی کمال اور تقرب خداوندی کی وجہ سے مرجع خلائق ہو رہے تھے۔ حضرت شیخ نجم الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے اعلیٰ درجہ کے خلفاء میں شمار ہوتے تھے اور خواب میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تشریف لاکر سلطان العلماء کا معزز خطاب دے کر عزت بخشی تھی۔ ادنیٰ، اعلیٰ خواص، عوام سب آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ بڑے بڑے اولیاء کرام آپ کی زیارت کو آتے اور اکابر علماء آپ کی صحبت و ملاقات کو غنیمت سمجھتے تھے۔ امراء و رؤسا کے رجوع کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ آپ کا یہ جاہ و جلال اور قبولیت عامہ دیکھ کر بعض ہمعصر حسد کرنے لگے اور کچھ علمی اختلاف مخالفت کا بہانہ بن گیا اس لئے درپے آزار ہوئے اور بادشاہ تک شکایات پہنچا کر اس فکر میں رہنے لگے کہ کسی طرح مولانا بہاؤ الدین کو ذلت ہو۔

حضرت مولانا بھی بادشاہ کی طرف سے مطمئن نہ رہے اور چونکہ ایک نہایت تجربہ کار اور دور اندیش شخص تھے۔ انہوں نے اب بلخ میں رہنا ہی مصلحت نہ سمجھا اور اپنے بعض مخلصین و متعلقین کو ہمراہ لے کر

سفر کا ارادہ کیا اور بغداد کو گزرتے ہوئے مکہ معظمہ جانے اور حج ، بیت اللہ وزیارت روضۂ منورہ سے مشرف ہونے کا قصد کرکے وطن چھوڑ کر چل دیئے۔ بعض خیرخواہ و معتقدین مانع بھی ہوئے مگر آپ نے سفر کو مصلحت سمجھا۔

مولانا رومؒ کی اس وقت عمر تھوڑی ہی تھی آپ بھی اپنے بزرگ باپ کے ساتھ شریک سفر ہو کر وطن سے چلے بغداد میں اس وقت شیخ المشائخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا دریائے فیض جوش مار رہا تھا اور طالبان حق کی جماعت خدمت میں پڑی ہوئی تھی۔ ہر ادنیٰ ، اعلیٰ کو اس کے رتبہ کے موافق نفع پہنچتا۔ اور کوئی آپ کے پاس سے خالی نہ جاتا تھا۔ جب مولانا بہاؤ الدین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا مختصر مجمع بغداد پہنچا تو بعض لوگوں نے ان کو نووارد سمجھ کر پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں ، کہاں سے آئے ہیں ، کس طرف جاتے ہیں ؟

مولانا بہاؤ الدین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے جواب دیا کہ ۔ من اللہ والی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔ یعنی خدا تعالےٰ کے یہاں سے آئے اور اسی کی طرف جاتے ہیں اور بدون خدا تعالےٰ کی اعانت کے نہ کہیں پھر سکتے ہیں اور نہ جا سکتے ہیں اور نہ کسی کام کی قوت ہے ۔

سوال و جواب کرنے والوں میں کوئی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید بھی تھے انہوں نے جا کر یہ حال حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کیا۔ شیخ نے سنتے ہی فرمایا کہ اور کوئی نہیں یہ تو بہاؤالدین بلخی معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کہہ کر مریدان کے مجمع کے لے کر استقبال کے لئے تشریف لے چلے جب سامنے پہنچے تو حضرت شہاب الدین سواری سے نیچے اتر گئے اور مولانا بہاؤالدین کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ خانقاہ میں تشریف لے چلئے مگر حضرت مولانا بہاؤالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے لئے مدرسے میں قیام کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے لہذا مدرسہ مستنصریہ کی طرف بڑھے اور حضرت شیخ بھی ہمراہ چلے، مدرسہ میں پہنچ کر جب مولانا نے موزہ اتارنا چاہا تو حضرت شیخ نے اپنے ہاتھ سے موزہ کھینچ کر نکالا۔

دو تین روز مولانا بہاؤالدین مع صاحبزادہ جلال الدین رومی و دیگر متوسلین وہیں حضرت شیخ کے مہمان رہے اور مدرسے ہی میں قیام رہا چوتھے روز حضرت شیخ سے رخصت ہو کر اصل مقصود یعنی مکہ معظمہ کو راہی ہوئے۔ مکہ معظمہ کے قریب جب اس حد پر پہنچے جہاں سے احرام حج باندھنا ضروری ہے، تو مولانا بہاؤالدین اور متعلقین نے احرام باندھا اور مولانا جلال الدین کو بھی ابتدائے عمر ہی میں اس متبرک احرام

کی عزت نصیب ہوئی۔ مکہ معظمہ میں پہنچ کر کچھ عرصہ قیام کیا اور حج کے قاعدے کے موافق تمام ارکان و افعال حج سب لوگوں کے ادا کئے اور طواف بیت اللہ و ادائے مناسک حج[1] و زیارت حرم محترم نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے واپس ہو کر ملک روم کی طرف تشریف لائے چار سال تک آذربیجان میں رہے جو ایک بڑا صوبہ ہے۔ پھر لارندہ میں قیام کیا یہاں عرصے تک قیام رہا اور اکثر لوگ آپ کے فیوض و برکات اور کشف و کرامات کے معتقد ہو گئے تھے۔

قونیہ میں آنا اور مولانا بہاؤ الدین کی وفات

لارندہ میں رہتے ہوئے سات سال گزرے تھے کہ مولانا بہاؤ الدین علیہ الرحمۃ کے حالات سن کر سلطان علاؤ الدین سلجوقی نے قونیہ میں تشریف لے آنے کی درخواست کی۔ مولانا بہاؤ الدین بھی بعض وجوہ سے لارندہ چھوڑنا چاہتے تھے لہٰذا سلطان کی فرمائش پر آپ قونیہ آ گئے۔ مولانا جلال الدین بھی ہمراہ تشریف لائے جن کی عمر اس وقت

---

[1] ایک قول یہ ہے کہ مولانا اور آپ کے والد صاحب نے ارادۂ حج چھوڑ کر روم کی طرف واپسی اختیار فرمائی تھی ۱۲

بیس سال کے قریب تھی۔ یہاں آکر تھوڑا ہی زمانہ گزرا تھا کہ مولانا بہاؤالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس دار فانی چھوڑنے اور عالم بقا کا سفر اختیار کرنے کا حکم آیا۔ اور مولانا جلال الدین کو کسی قدر وصیتیں کرنے کے بعد آپ نے انتقال فرمایا۔ والد بزرگوار کے انتقال سے مولانا کو نہایت قلق اور رنج ہوا لیکن صبر کے سوا چارہ ہی کیا تھا مولانا بہاؤالدین کے تمام مریدوں اور دوستوں نے جمع ہو کر مولانا جلال الدین کو والد کی جگہ قائم مقام اور سجادہ نشین کیا اور سب نے مولانا بہاؤالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرح آپ کا ادب و تعظیم ملحوظ رکھ کر سر اطاعت خم کیا اور عرض احوال و تحصیل فیض میں مولانا سے دریغ نہ کیا۔ گو مولانا جلال الدین کی عمر اس وقت کچھ زیادہ نہ تھی لیکن کمال علمی و عملی ان میں موجود تھا پوری طرح ان کے کمال کا ظہور نہ ہوا تھا۔ اب ان کے کمالات ظاہر ہونے شروع ہوئے اور ہر طرف سے لوگ حلقۂ اطاعت و بیعت میں داخل ہونے لگے۔

مولانا کی شادی اور اولاد

مولانا کے والد ماجد جس وقت مکہ معظمہ سے واپس ہو کر چار سال آذربیجان میں رہنے کے بعد لارنڈہ میں جا کر مقیم ہوئے ہیں مولانا سن بلوغ

کو پہنچ چکے تھے۔ لارندہ کے قیام کی حالت میں ۶۲۲ھ ہجری میں جب
کہ مولانا کی عمر اٹھارہ سال تھی مولانا بہاؤالدین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے
آپ کی شادی بھی کردی اور دو صاحبزادے تولد ہوئے۔ بڑے صاحبزادے
سلطان ولد ہیں جن کا نام دادا کے نام پر بہاؤالدین رکھا گیا تھا۔ اور
سلطان ولد لقب ہے۔

(۵) آپ اپنے دادا کی آرزو اور دعا کے موافق مولانا کی شادی سے نو
ہی ماہ بعد ۶۲۳ھ ہجری میں تولد ہوئے۔ جب کہ مولانا روم کی عمر انیس
سال کی تھی۔ جوان ہونے کے بعد جو شخص ان کو مولانا کے ساتھ دیکھتا وہ
سمجھتا کہ مولانا کے بھائی ہیں۔ یہ بھی اپنے زمانہ کے نہایت کاملین میں سے
گزرے ہیں۔ مولانا روم نے ان کی بعض مواقع پر بہت تعریف فرمائی ہے۔
ایک روز پیار میں فرماتے تھے کہ بہاؤالدین ہماری دنیا میں آنے کی
بڑی غرض یہ تھی کہ تمہارا ظہور ہو۔ اپنے مدرسہ کی دیوار پر مولانا نے لکھ دیا
تھا کہ۔

"بہاؤالدین ما نیک بخت است خوش آمد خوش مے رود"

مولانا ان سے بہت ہی الفت رکھتے اور فرمایا کرتے تھے کہ۔ اَنْتَ
اَشْبَہُ النَّاسِ بِیْ خَلْقًا وَّخُلُقًا ۔ یعنی صورت و سیرت میں سب
سے زیادہ مجھ سے تم مشابہ ہو۔

بہاؤالدین نے علاوہ اپنے والد مولانا روم کے فیض صحبت حاصل کرلینے کے سید برہان الدین محقق ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مولانا صلاح الدین قونوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جو سلطان ولد کے خسر بھی تھے ، بڑی خدمتیں کرکے کمال حاصل کیا ہے ۔

مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کے بعد مولانا حسام الدین نے بہت اصرار سے چاہا کہ صاحبزادہ بہاؤالدین کو مولانا کا خلیفہ بنا کر خود خدمت میں رہیں ، لیکن سلطان ولد نے ہرگز نہ مانا بلکہ مولانا حسام الدین کو قائم مقام اور خلیفہ مان کر دس برس سے زیادہ ان کی خدمت میں رہ کر کمالات باطن میں ترقی کرتے رہے ۔ اپنے والد کے پیر و مرشد حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت و خدمت سے بھی بہرۂ وافی حاصل کیا ہے ۔

ایک دفعہ دمشق سے مولانا شمس تبریزی کے بلانے کے لئے انہیں کو بھیجا تھا ان کو روم سے بھیجا اور کچھ روپیہ ساتھ کر دیا کہ دمشق میں پہنچ کر فلاں مسافرخانے میں جا کر تلاش کرنا ۔ مولانا ایک فرنگی کے لڑکے کے ساتھ شطرنج کھیلتے ہوں گے ، دیکھنا ہرگز بد اعتقادی کو دل میں نہ آنے دینا کیونکہ مولانا نے ایک مصلحت سے اپنی حالت کو چھپا رکھا ہے ۔

سلطان ولد باپ کے ارشاد کے موافق چند ہمراہیوں کے ساتھ روانہ ہوئے

آمد دمشق میں اسی نشان پر پہنچے، دیکھتے ہیں کہ حضرت شمس الدین لڑکے کے ساتھ کھیل رہے ہیں بہاؤ الدین نے مع اپنے ہمراہیوں کے نہایت ادب و تعظیم سے ملاقات کی اور سر نیاز مولانا کے سامنے خم کیا۔ لڑکا جو مولانا کے کمال سے ناواقف تھا بہت متعجب ہوا۔ اور حضرت شمس الدین کا حال معلوم ہونے کے بعد نہایت شرمندہ ہو کر اپنی سابقہ گستاخیوں کی معافی کا طالب ہوا اور مسلمان ہو گیا، چاہتا تھا کہ جو کچھ مال و متاع رکھتا ہے سب لٹا دے مگر حضرت شمس تبریزی نے منع فرمایا اور اپنا خلیفہ بنا کر زنگستان کو رخصت کر دیا کہ جاؤ وہاں لوگوں کو ہدایت کرو اور طالبان حق کو راہ بتلاؤ تم اسی ملک کے قطب ہو۔

سلطان ولد نے مولانا رومی کی فرمائش کے بموجب حضرت شمس تبریز کے پاپوش میں وہ روپیہ جو ساتھ لائے تھے ڈال دیا اور پاپوش مبارک کو روم کی طرف سیدھا کر کے رکھ دیا (جو روم میں تشریف لے چلنے کی درخواست کا اشارہ تھا)، اور زبانی بھی عرض کیا کہ روم کے تمام مخلص معتقد لوگ اور خود مولانا جلال الدین از حد تشریف آوری کے منتظر اور لقائے مبارک کے مشتاق ہیں۔ حضرت نے قبول فرما کر ارادہ سفر فرمایا۔

سلطان ولد گھوڑا ہمراہ لائے تھے اس پر زین لگا کر خدمت میں لے گئے اور حضرت کو سوار کرا دیا اور خود پیادہ ہمرکاب ہو لئے تھوڑی دور چل

کہ حضرت شمس الدین علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ بہاؤ الدین تم بھی سوار ہو جاؤ عرض کیا کہ کہاں مناسب ہے کہ بادشاہ اور غلام دونوں برابر سوار ہوں دمشق سے قونیہ تک برابر پیادہ آئے اور حضرت شمس الدین تبریزی کی، تمام راستہ نہایت خلوص سے خدمت کرتے رہے حضرت ان کی، خدمت سے نہایت ہی مسرور ہوتے تھے۔ اور قونیہ میں پہنچنے کے بعد جب مولانا جلال الدین سے ملاقات ہوئی تو سلطان ولد کی مہربانیت کو بیان کر کے تعریف فرماتے جاتے تھے اور خوشی ظاہر فرماتے تھے مولانا مخدوم اپنے صاحبزادہ کی سعادتمندی اور مرشد کی خدمت و رضا جوئی سے نہایت مسرور ہوئے اور بیٹے کو دعائیں دیں اور پہلے سے بھی زیادہ نظر عنایت وشفقت رکھنے لگے۔ حضرت شمس تبریزی فرماتے تھے کہ ہمارے پاس دو چیزیں تھیں سر اور سِرّ (اسرار الہٰی) سر کو مولانا جلال الدین کے لئے فدا کرتے ہیں اور سِرّ کو بہاؤ الدین کو دیئے دیتے ہیں۔ اگر بہاؤ الدین کو عمر نوح (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) بھی ملتی اور راہِ خداوندی میں مجاہدہ و ریاضت کرتے تو وہ کمال حاصل نہ ہوتا جو روم سے قونیہ تک میرے ہمراہ رہ کر حاصل ہوا۔

سلطان ولد کہتے ہیں کہ والد صاحب نے ایک دفعہ مجھ کو نصیحت فرمائی اور فرمایا کہ بہاؤ الدین اگر ہمیشہ بہشت و راحت میں رہنا چاہتے ہو

تو سب کی خیر خواہی و دوستی اختیار کرو کسی سے کینہ نہ رکھو ؎

بیشی طلبی ز ہیچ کس بیش مباش	چوں مرہم و موم باش چوں نیش مباش
خواہی کہ ز ہیچ کس گزندے نرسد	بدگو و بدآموز و بداندیش مباش

یہی اخلاق تھے جن کو اختیار کرنے سے پیغمبران خداوندی کی دنیا تابع ہو جاتی تھی اور تمام لوگ ان کے بندۂ احسان بن کر ان کی طرف کھنچ آتے تھے۔ سلطان ولد اپنے والد صاحب کے کلام کو نہایت خوبی اور عمدگی سے پڑھتے اور لوگوں کو سمجھاتے تھے۔ مدتوں یہی شغل رہا۔ خود ان کی تصنیف سے بھی حکیم سنائی کی کتاب "حدیقۃ الحقیقۃ" کے طرز پر ایک مثنوی ہے جس میں بہت سے اسرار و نکات تصوف کے بیان کئے ہیں۔

مولانا جلال الدین سلطان کے بالغ ہو جانے پر ان کی شادی اپنے خاص خلیفہ شیخ صلاح الدین قونیوی کی بیٹی سے کی تھی جس سے اولاد بھی ہوئی۔ سنہ ۷۱۲ ہجری میں دسویں رجب المرجب کو شنبہ کی شب میں، نواسی برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ خدا تعالیٰ نے رحمت فرمائے خود بھی صاحب کمال اور حضرات اہل کمال کی اولاد تھے۔ وفات سے پہلے یہ شعر پڑھتے تھے ؎

امشب شب آں ست کہ بینم شادی	دریابم از خودی خود آزادی

مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دوسرے بیٹے علاؤ الدین تھے جو مولانا بہاؤ الدین سے چھوٹے تھے انہوں نے جوان ہو کر باپ کے پیر ومرشد مولانا شمس تبریز کو اپنے ہاتھ سے شہید کرنے کا ایسا بدنما داغ اپنے اوپر لگایا کہ سب برائی سے یاد کرتے ہیں۔ مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قتل کے بعد ہی سے ان کو ایسا مرض لگا کہ جانبر نہ ہو سکے اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد ۶۶۵ھ ہجری میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ گناہ تو بہت بڑا کیا ہے مگر کیا عجب ہے کہ مولانا شمس تبریز وغیرہ حضرات ان کا قصور معاف فرمادیں اور خدا تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

مولانا روم کی ظاہری و باطنی تعلیم و تربیت اور رسمی قسم کے علم حالات

اگرچہ حقیقی اور واقعی طور پر مولانا جلال الدین علیہ الرحمۃ کو کسی تعلیم و تربیت کی ضرورت نہ تھی خدا تعالیٰ نے ان کو اپنے خزانۂ غیب سے علوم عطا فرما کر کامل بنایا تھا۔

ہر کہ را باشد مربی فضل اللہ
کو کند تربیت ز غیر حق نگاہ

لیکن ظاہری طور پر بھی ان کو اپنے والد حضرت مولانا بہاؤالدین رحمۃ اللہ تعالے علیہ کے سایۂ فیض اور شفقت پدری سے زیادہ اچھا مربی کون مل سکتا تھا۔ بلخ کو چھوڑ کر سفر اختیار کرنے اور بالآخر قونیہ میں کسنے تک آپ کے والد مولانا بہاؤالدین زندہ رہے ان کی حیات تک ان کا فیض صحبت اور سایۂ شفقت مولانا کی تربیت کرتا رہا۔ مکہ معظمہ جاتے ہوئے حضرت مولانا رومی جس وقت اپنے والد کے ہمراہ نیشاپور میں پہنچے ہیں تو حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ تعالے علیہ کی مجلس میں بھی تشریف لے گئے۔ حضرت عطار نے صغر سنی میں مولانا رومی کی حالت دیکھ کر اور کچھ اپنے کمال باطنی سے دریافت کر لیا کہ یہ لڑکا ایک زمانہ میں مقتدائے وقت اور مظہر انوار خداوندی ہوگا۔ اپنی کتاب اسرار نامہ مولانا کو نہایت محبت سے دے کر رخصت فرمایا۔ مولانا اس کتاب کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے اور شیخ عطار رحمۃ اللہ تعالے علیہ کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ والد ماجد کی وفات کے بعد نو برس تک حضرت سید برہان الدین محقق ترمذی رحمۃ اللہ تعالے علیہ کے انوار و برکات سے مولانا اپنے باطن کو نورانی و مستفید فرما کر کمال حاصل کرتے رہے۔[1]

---

[1] اس میں اختلاف ہے ۱۲۰

سید برہان الدین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ مولانا بہاؤ الدین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے اول درجے کے خلفاء اور شاگردوں میں سے ہیں وطن آپ کا ترمذ ہے جس روز مولانا بہاؤ الدین کی قونیہ میں وفات ہوئی، انہوں نے اپنے مریدوں کے مجمع سے ترمذ میں بیٹھے ہوئے فرمایا کہ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آج ہمارے استاذ یعنی مولانا رومی کے والد مولانا بہاؤ الدین، دنیا سے رخصت ہوگئے۔ پھر چند روز کے بعد ترمذ سے قونیہ پہنچے تاکہ اپنے مرشد زادہ مولانا جلال الدین رومی کی تعلیم و تربیت کریں۔ چنانچہ یہاں پہنچ کر مولانا کی تعلیم باطنی کی ترقی میں ساعی ہوئے۔ اور آپ کی خدمت بابرکت میں مولانا رومی نے نو برس تحصیل کمال کے لئے ریاضت اور جہاد نفس کی داد دی۔ اس کے بعد حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی صحبت کا زمانہ آیا جو مولانا جلال الدین علیہ الرحمۃ کے خاص طور سے مرشد و ہادی سمجھے جاتے ہیں اور مولانا اپنے آپ کو اور اپنی مثنوی کو سراسر آئینہ شعاع شمس تبریزی سمجھتے ہیں۔ اور جن کی نسبت یہ شعر نہایت مشہور ہے۔ ؎

مولوی ازخود نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

مولانا شمس الدین، تبریز کے رہنے والے اور شیخ ابوبکر سلہ باف تبریزی رحمۃ اللہ تعالے علیہ کے خلفاء[1] میں سے ہیں۔ مولانا جلال الدین نے اپنے کلام میں ان الفاظ سے حضرت شمس تبریزیؒ کی تعریف فرمائی ہے۔

الا عز الداعی الی الخیر خلاصۃ الارواح سر المشکوٰۃ والزجاجۃ والمصباح شمس الحق والدین نور اللہ فی الاولین والآخرین۔

مولانا شمس الدین اپنے صغر سنی کا حال فرماتے ہیں کہ اسی عمر میں عشق سیرت محمدی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم مجھ پر اس قدر غالب تھا کہ چالیس چالیس روز بے آب و دانہ گذر جاتے کبھی خواہش ہی نہ ہوتی۔ اگر میرے عزیز دینا بھی چاہتے تو میں سر کے اشارہ، اور ہاتھوں سے منع کر دیتا تھا۔ آپ اپنے آخر زمانہ میں اکثر سفر و سیاحت میں رہتے اور سیاہ کمبل کا لباس رکھتے۔ جس شہر میں پہنچتے بھانسرائے

---

[1] بعض لوگوں کا قول ہے کہ آپ بابا کمال خجندی کے مرید ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ شیخ رکن الدین سنجاسی کے مرید اور شیخ اوحد الدین کرمانی کے پیر بھائی ہیں غالباً شیخ ابوبکر سلہ باف کے مرید ہوں گے اور عقیدت وحصول فیض (باقی صفحہ آئندہ پر)

میں قیام فرماتے۔ بغداد میں آپ کی ملاقات جب شیخ اوحدالدین کرمانی سے ہوئی تو پوچھا کہ کیا کرتے ہو؟ شیخ نے جواب دیا کہ پانی میں سورج کو دیکھتا ہوں (یعنی وجود) و نورمطلق کو قیودات عدم ظلمت میں پاتا ہوں۔ حضرت شمس تبریز نے جواب دیا کہ اگر آپ کی پشت پر دنبل نہیں تو سیدھے کر آفتاب کو آسمان ہی پر دیکھ لیجئے۔ حضرت شیخ مولانا شمس الدین کا یہ جواب سن کر مولانا کے کمال کے قائل ہو گئے۔

چونکہ مولانا رومی کی ملاقات اور صحبتیں مولانا شمس الدین کے ساتھ مقدر ہو چکی تھیں لہٰذا مولانا اپنے اسی سیر و سیاحت میں قونیہ پہنچے اور حلوائیوں کے محلہ میں فروکش ہوئے۔ مولانا جلال الدین رومی اگرچہ علم ظاہری و باطنی میں کامل تھے لیکن اس زمانہ میں زیادہ توجہ تعلیم و تعلم اور درس و تدریس کی طرف تھی۔ بڑے بڑے ذہین اور فاضل لوگ آپ کی شاگردی کو فخر سمجھتے تھے۔ آپ بہت سے علماء و طلباء کو ہمراہ

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) دوسرے صاحبوں سے بھی ہو گا ۱۲۔

سے یعنی صاحب عزت خیر کی طرف جانے والی ارواح کے خلاصہ نور مطلق کے بھید حق دین کے آفتاب، اولین و آخرین میں خدا تعالیٰ کے نور ہیں ۱۲ منہ

لئے ہوئے حلوائیوں کے محلہ میں سے گزرتے ہوئے جاتے تھے مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے حلوائی کی دوکان سے باہر تشریف لا کر مولانا رومی کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر روک دیا اور پوچھا کہ یا مولانا یا امام المسلمین یہ تو فرمایئے کہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا مرتبہ زیادہ ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ؟

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اس سوال کی ہیبت سے گویا ساتوں آسمان ٹوٹ پھوٹ اور زمین پر گر پڑے اور میرے دل سے آگ نکل کر دماغ تک پہنچی اور اس کا سایہ عرش تک پہنچا ہوا معلوم ہوا جب مجھ کو کسی قدر سکون ہوا تو جواب دیا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تمام عالم سے افضل ہیں آپ کے مقابلہ میں بایزید کا درجہ کیا ہو سکتا ہے ۔

مولانا شمس الدین نے فرمایا کہ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا کہ ما عرفناك حق معرفتك ۔ یعنی اے خدا جیسا تجھ کو پہچاننا چاہئے ہم نہیں پہچان سکے ؟ حالانکہ بایزید فرماتے کہ سبحانی ما اعظم شانی انا سلطان السلاطین ؟ یعنی میں پاک ہوں میری شان بڑی ہے میں سلطان السلاطین ہوں۔ (حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمایئے)

مولانا جلال الدین نے جواب دیا کہ بایزیدؒ کی پیاس کم تھی جو کہ ایک ہی جرعہ پی کر اپنے سیراب ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ایک نہایت عظیم پیاس لگی ہوئی تھی اس واسطے دریا کے دریا نوش کر گئے پھر بھی کم نہ ہوئی اور پیاس پیاس پکارتے رہے۔

مولانا شمس الدینؒ یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور نعرہ مار کر زمین پر گر گئے مولانا رومؒ یہ حال دیکھ کر سواری سے اترے اور شاگردوں سے کہا کہ ان کو اٹھا کر مدرسہ میں لے چلو۔ مدرسہ میں پہنچ کر مولانا نے، حضرت شمس الدینؒ کا سر اپنے زانو پر رکھا۔ جب حضرت کو ذرا افاقہ ہوا تو مولانا نے کہا کہ اٹھئے، تب حضرت شمس الدینؒ نے سر اٹھایا، اسوقت مولانا شمس الدینؒ تشریف لے گئے اس کے بعد پھر مولانا رومیؒ کی مجلس، میں تشریف لائے۔ مولانا رومیؒ حوض کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے چند کتابیں سامنے رکھی ہوئی تھیں۔

حضرت شمس تبریزؒ نے پوچھا کہ یہ کیا کتابیں ہیں؟ مولانا نے جواب

لہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے یہ کلمات محویت اور فنا فی الذات کی حالت میں فرمائے ہیں ۱۲ ؎

دیا کہ یہ قیل و قال کا سامان ہے اس سے آپ کو کیا واسطہ۔ حضرت شمس تبریزی نے یہ سن کر سب کتابیں اٹھا کر حوض میں ڈال دیں۔ مولانا رومیؒ نے نہایت افسوس سے فرمایا کہ آپ نے غضب کر دیا ایسی نایاب کتابیں ڈبو دیں۔ اب ایسی کتابوں کا ملنا دشوار ہے۔ مولانا شمس الدینؒ نے حوض میں ہاتھ ڈال کر ایک ایک کتاب نکال دی کسی میں بھی نہ پانی لگا تھا نہ حرف خراب ہوئے تھے۔ مولانا رومیؒ نے تعجب سے فرمایا کہ حضرت یہ کیا بھید ہے؟ حضرت شمس الدینؒ نے جواب دیا عزیزم یہ ذوق وحال ہے آپ کو اس سے کیا علاقہ۔

جب یہ واقعہ اور پہلا حال حضرت شمس تبریزؒ کے وجد و حال کا مولانا رومیؒ دیکھ چکے تب مولانا کو نہایت عقیدت و کمال خلوص حاصل ہوا اور پھر باہم دونوں حضرات شیر و شکر اور بالکل دوستانہ رہنے لگے۔ لیکن مولانا رومیؒ غایت ادب و تعظیم حضرت شمس الدین کا ملحوظ رکھتے، اور فیوض و برکات مثل مریدان خالص حاصل فرماتے۔ چونکہ مولانا رومیؒ اپنے وقت کے بڑے شیخ سمجھے جاتے تھے اور ہزاروں آدمی آپ کے حلقۂ بیعت میں داخل تھے لہذا آپ کی حالت کا یہ تغیر نہایت تعجب سے دیکھا گیا مگر مولانا نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی اور تحصیل مقصود پر نظر رکھی۔ مولانا جلال الدین رومی اور حضرت شمس الدین تبریزیؒ مراقبہ اور ذکر

و فکر کے لئے ایک خلوت خاص میں بیٹھنے لگے اور صوم وصال[1] رکھ لیا
تین مہینے تک باہر نہ آئے یہ کس کی مجال تھی کہ ان دونوں حضرات
کی خلوت میں جاکر خلل ڈالتا یا باہر آنے کا تقاضا کرتا۔

اس کے بعد مولانا روم عرصہ دراز تک مولانا شمس الدینؒ کی
خدمت و صحبت کی برکت سے تقرب الی اللہ کے اعلیٰ مدارج طے فرماتے
رہے۔ حضرت شمس الدینؒ نے مولانا رومیؒ کو طرح طرح سے آزمایا اور بار
بار امتحان لیا مگر ہمیشہ ان کو کامل العقیدت اور مخلص تام و مرد کامل پایا۔

مولانا شمس الدینؒ کی تشریف آوری کے بعد اپنی تمام توجہ مولانا
رومیؒ نے آپ کی خدمت کی طرف مائل کر دی تھی اور اپنے مریدوں کو،
فیض رسانی وارشاد کا شغل چھوڑ دیا تھا اس سے اکثر ظاہر بین مرید
بہت برہم ہوئے اور وہ ہجوم و رجوع معتقدان کا کم ہو گیا۔ چونکہ
مولانا شمس الدینؒ کی تشریف آوری اس کا باعث سمجھی جاتی تھی لہذا
بعض نافہم لوگ مولانا شمس الدینؒ سے عداوت قلبی رکھنے لگے۔ اور
چاہتے تھے کہ کسی طرح حضرت یہاں نہ رہیں تو مولانا رومیؒ کی وہ توجہ اور

---

[1] چند روز اس طرح روزہ رکھنے کو کہ رات کو بھی افطار نہ کریں صوم وصال کہتے ہیں ۱۲

عنایت سجال مریدان جو پہلے تھی پھر قائم ہو جاتے ۔ اور ہجوم و رجوع خلائق بدستور سابق ہو جاتے ۔ ان ہی نافہم لوگوں میں مولانا رومیؒ کے فرزند ناخلف علاؤ الدین بھی تھے ۔

جب کوئی صورت حضرت شمس الدینؒ کے تشریف لے جانے اور مولانا کی علیحدگی کی نہ دیکھی تو ان لوگوں نے باہمی مشورہ سے حضرت شمس الدینؒ کو قتل کرنا چاہا ۔ آپ کی قسمت میں شہادت کی عزت لکھی تھی اس لئے ان لوگوں کی تدبیر کارگر ہو گئی ۔ ایک دفعہ شب کو مولانا جلال الدین رومیؒ اور حضرت شمس الدینؒ خلوت میں بیٹھے تھے ایک شخص نے باہر سے حضرت کو اشارہ کیا کہ یہاں تشریف لائیے ۔ حضرت نے مولانا جلال الدینؒ سے کہا کہ مجھ کو قتل کے لئے بلاتے ہیں چونکہ مدت قیام سرائے دنیا تمام ہو چکی ہے لہذا جانا ضرور ہے ۔ مولانا رومیؒ نے بڑی دیر کے بعد حضرت سے فرمایا کہ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ یعنی پیدا کرنا اور مارنا سب لعود خدا تعالےٰ کے اختیار میں ہیں ، پاک ہے خدائے رب العالمین کو ۔

غرض حضرت شمس الدینؒ باہر تشریف لائے یہاں سات شخص مسلح آپ کے قتل کرنے کے لئے کھڑے تھے مولانا رومیؒ کے فرزند نااہل بھی انہیں میں تھے ان لوگوں نے حضرت کے اوپر ایک بہت بڑے

چاقو سے حملہ کر کے زخم لگایا۔ حضرت نے ایسا نعرہ مارا کہ سب بیہوش ہو کر گر پڑے تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ صرف خون کے نشان باقی ہیں حضرت کے جسم مبارک کا وہاں پتہ بھی نہیں [1]۔

یہ آپ کی شہادت کا واقعہ اور حادثہ ۶۴۲ھ ہجری میں پیش آیا۔

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کو اس سے ایک نہایت سخت صدمہ پہنچا اور آپ اپنے کامل مرشد کے غم میں نہایت بے قرار رہتے۔

جن لوگوں نے حضرت کو شہید کیا تھا ان پر طرح طرح کی مصیبتیں پڑی اور سب ہی غارت ہو گئے۔ مولانا رومیؒ کے بیٹے علاؤ الدین بھی انہیں ایام میں مبتلائے مرض ہوئے اور پھر صحت نہ ہوئی اور اسی میں ہی انتقال ہو گیا۔

مولانا رومیؒ ہمیشہ اپنے مرشد کامل کو یاد کرتے رہتے اور بالکل،

---

[1] یہ ایک قول ہے بعض کہتے ہیں کہ ان قاتلان نابکار نے آپ کے جسم مبارک کو کسی کنویں میں ڈالدیا تھا مدت کے بعد حضرت مولانا کو خواب میں معلوم ہوا تو آپ نے اپنے خاص لوگوں کے ہمراہ وہاں سے نکال کر اپنے مدرسہ میں دفن کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ جس جگہ مولانا رومیؒ کے صاحبزادے سلطان ولدؒ کا مزار ہے وہیں آپ کا مزار مبارک ہے ۱۲

انہیں کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اپنے تمام انوار و برکات کو انہیں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اپنے کلام میں جابجا انہیں کا ذکر فرماتے ہیں۔ اور کیسے یاد نہ کریں دنیا میں جس سے ذرا سا بھی فائدہ، پہنچتا ہے آدمی کو اسی سے انس ہو جاتا ہے۔ مولانا کو تو قرب خدا وندی کے درجات اعلیٰ اور علم خداوندی کے فیوض و اسرار ان کی برکت سے حاصل ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اگر کسی کی محبت کا درجہ ہے تو مرشد کامل ہی کی محبت ہے۔ اپنے شیخ و مرشد کی وفات کے بعد عرصہ تک مولانا نے کسی طرف بالکل توجہ نہیں کی مگر بالآخر ارشاد معتقدان و طالبان کا سلسلہ آپ سے جاری ہوا اور آخر حیات تک یہی مشغلہ اور کام رہا اور مولانا صلاح الدینؒ کی صحبت سے مسرور و محظوظ ہو کر نظر عنایت ان پہ مبذول رہی اور ان کے بعد مولانا حسام الدینؒ سے اتحاد و محبت ہو کر ان پر شفقت خاص رہی۔ تعلیم علوم ظاہری کی طرف جو توجہ ابتداء میں تھی وہ آخر میں نہیں رہی تھی بالکل اور سراسر مقصود فیوض باطنی ہی سمجھتے۔

مولانا فرماتے تھے کہ مجھ کو یہ جسم نہ سمجھنا جو صرف دیکھنے والوں کا منظور نظر ہو بلکہ میں وہ ذوق و شوق ہوں جو مریدوں کے قلب میں

جوشش مارتا ہے ۔

ایک روز حالت شوق میں فرماتے تھے کہ رباب میں سے ہم کو بہشت کے دروازے کی آواز آتی ہے اس لئے مدہوش ہو جاتے ہیں۔ کسی شخص نے بطور اعتراض کے کہا کہ جناب ہم بھی تو وہی آواز آواز سنتے ہیں پھر کیوں مست نہیں ہو جاتے ؟ مولانا نے ہنس کر فرمایا کہ تم لوگ جس آواز کو سنتے ہو وہ بہشت کا دروازہ بند ہونے کی آواز ہے اور ہم کھلنے کی آواز سنتے ہیں ۔

ایک مرتبہ مولانا حسام الدینؒ نے عرض کیا کہ یا حضرت جب ، آپ کے معتقدین ومخلصین نہایت ذوق وشوق سے آپ کی مثنوی پڑھتے ہیں تو حاضرین اس کے انوار و برکات میں مستغرق و مست ہو جاتے ہیں ۔ اس وقت مجھ کو نظر آتا ہے کہ فرشتگان و مسافران غیب ہاتھوں میں تلواریں لے کر کھڑے ہوئے ہیں جو لوگ خلوص و اعتقاد سے نہیں سنتے اور شک و انکار کو دخل دیتے ہیں رقیبان غیب ان کے دین ایمان کے درخت کی جڑ اور شاخیں سب کاٹ ڈالتے ہیں اور اس کو کھینچ کر جہنم میں پہنچا دیتے ہیں ۔

مولانا نے فرمایا کہ تم نے نہایت درست و صحیح دیکھا فی الحقیقت یہی بات ہے ۔ ۔

دشمن این حرف این دم در نظر | شد ممثل سر نگوں اندر سقر
اے حسام الدین تو دیدی حال او | حق نمودت پاسخ افعال او

علم وفضل اور آپ کا کلام ونصائح

مولانا کے علم وفضل اور اعلیٰ تحقیق کا سب سے بڑا شاہد اور سب سے روشن دلیل مثنوی ہے جس سے مولانا کی وہ وقعت اور دستگاہ ظاہر ہوتی ہے جو ان کو علم تفسیر وحدیث، عقائد وتصوف اور دیگر تمام علوم میں حاصل ہے۔ آیات قرآنی کی شرح جس خوبی سے کرتے ہیں وہ انہیں کا حصہ ہے۔ رموز ونکات کلام باری تعالےٰ کے حل وبیان میں جو نیا اور لطیف طرز مولانا ہے وہ کسی کو حاصل نہیں۔ ارشادات نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا محل اور منشا جیسے وہ سمجھاتے ہیں دوسرے کا کام نہیں۔ عقائد وتصوف کے باریک ودقیق مسائل کو بیان کرکے واضح صاف مثالوں سے ذہن نشین کرنے میں جو کمال آپ نے کیا ہے وہ دوسرا نہیں کرسکتا۔

ضروری اور مفید نصائح جن کو جوامع الکلام کہنا بے جا نہ ہوگا معمولی حکایات کے ضمن میں جس طرح مولانا دل میں بٹھلا دیتے ہیں ایسا کون

کرسکتا ہے۔ عام نصائح جس کثرت کے ساتھ مثنوی میں موجود ہیں شاید ہی کسی کتاب میں ہوں۔ اور خاص صوفیانہ امثال و نصائح کا تو مثنوی کو خزانہ سمجھئے کبھی عالم آخرت کا وہ نقشہ کھینچتے ہیں کہ گویا آنکھوں سے دکھلا دیا۔ اور دنیا جو صوفیا کی نظر میں کچھ ہے ہی نہیں اس کی بے ثباتی دکھلانے پر آتے ہیں تو اتنا بڑا کارخانۂ عالم دیکھنے والے کی نظر میں کالعدم ہو جاتا ہے۔ مولانا کی کتاب کی اسی جامعیت اور حسن نے سب کی زبان سے یہ کہلوا دیا ہے۔ ؎

مثنوی مولوی معنوی
ہست قرآں در زبان پہلوی

مولانا کی مثنوی کا اعلیٰ رتبہ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض حضرات نے اس کو صحیح بخاری شریف سے تشبیہ دے کر فرمایا ہے کہ گو فن دو ہیں اور غرض و طرز علیحدہ ہے مگر جامع الفنون ہونے میں جو پایہ امام بخاری کی کتاب کا ہے جامعیت علوم مختلفہ کے اعتبار سے وہی بات مثنوی کو حاصل ہے۔ مثنوی میں ایسے بھی بعض پیچیدہ مضامین ہیں جو بظاہر قواعد شرع کے خلاف نظر آتے ہیں لیکن علماء نے ان کے مطالب کو نہایت خوبی سے حل کر کے بتلا دیا ہے کہ مولانا کا ایک حرف بھی قانون شرع اور عقائد اسلامیہ کے خلاف نہیں۔

یہ سب ہماری نظر کا قصور ہے کہ خلاف نظر آتا ہے۔ البتہ بعض حضرات نے مولانا کے مضامین کو ظاہر شرع کے خلاف ہی ثابت رکھ کر کہا ہے کہ یہ دوسری بات ہے اسے علمائے ظاہر کیا جانیں۔ لیکن یہ ان کی غلطی ہے کہ جس کتاب کو "ہست قرآن در زبان پہلوی" کا خطاب مل گیا ہو وہ کوئی مضمون خلاف شرع اپنے اندر رکھتی ہو۔ جیسا کہ مولانا کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ کتاب حضرت شمس تبریز علیہ الرحمۃ کا فیض ہے اور لکھی گئی ہے حضرت حسام الدین علیہ الرحمۃ کی آرزو اور استدعا سے مولانا نے جابجا حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا ذکر اور ان کی طرف اشارہ کر کے یہی ثابت کیا ہے کہ یہ سب مضامین و معانی دقیقہ حضرت ہی کے فیوض باطنی کا اثر ہے۔

مشہور ہے کہ جس زمانہ میں حضرت شمس تبریزیؒ باباکمال خجندی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی خدمت میں رہتے تھے انہیں ایام میں اپنے مرشد شیخ بہاؤالدین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے فرمانے سے مولانا فخر الدین عراقی علیہ الرحمۃ بھی حضرت باباکمال رحمۃ اللہ کی خدمت میں موجود تھے۔ حضرت شمس الدین اور مولانا فخر الدین دونوں مجاہدے اور مراقبے اور ریاضتیں کرتے تھے۔ شیخ فخر الدینؒ کو جو کچھ واردات غیبی اور فتوح و فیوض من جانب اللہ حاصل ہوتے وہ ان کو نہایت عمدہ مضامین

اور نظم و نثر کے پیرایہ میں لاکر باباکمال علیہ الرحمۃ کو پیش کر دیتے جن سے بابا صاحب نہایت مسرور ہوتے لیکن حضرت شمس الدینؒ اپنے واردات وکشف وغیرہ کو ظاہر نہ کر سکتے تھے عالم سکوت میں رہتے ۔

ایک دفعہ حضرت باباکمال رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے پوچھا کہ بیٹا شمس الدینؒ کیا تم کو اس قسم کے امور پیش نہیں آتے اور فیوض حاصل نہیں ہوتے جیسے عزیز فخر الدین کو حاصل ہوتے ہیں ؟

حضرت شمس الدین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت آپ کے انفاس قدسیہ اور صحبت سراپا برکت کے طفیل سے ایسے امور بحر اور کشف و فیوض صادقہ تو بندہ کو مولانا فخر الدینؒ سے بھی زیادہ حاصل ہوتے رہتے ہیں لیکن وہ لعبارت شستہ و اسلوب شائستہ اس کو حضور والا میں ظاہر کر سکتے ہیں اور بندہ اس سے قاصر ہے ۔

حضرت باباکمال رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے دعا دے کر فرمایا کہ خدا تعالےٰ تم کو کوئی رفیق و مصاحب ایسا عطا فرما دے کہ فیضان و علوم خداوندی کے چشمے اس کے دل سے جاری ہو کر بصورت کلام زبان سے سرزد ہوں اور اولین و آخرین کے اسرار معرفت اور حقائق نبوت و ولایت کو تمہارے نام سے ظاہر کرے ۔

حضرت باباکمال رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی دعا شمس تبریزی رحمۃ

اللہ تعالےٰ علیہ کے لئے ایسی مقبول ہوئی کہ مولانا جلال الدین بلخی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کو خدا تعالےٰ نے حضرت شمس تبریزیؒ کی زبان بنا کر وہ اسرار و معارف بیان کرا دیئے جو بدون امداد غیبی اور بلا فتوح واہب حقیقی خیال ہی میں نہیں آسکتے۔ مولانا جلال الدین کے زمانے میں اصحاب فقر و تصوف اور خود مولانا کے دوستوں اور مریدوں کو بھی حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی کتاب منطق الطیر و مصیبت نامہ اور حکیم سنائی کے الٰہی نامے سے بہت انس تھا برابر اپنے جلسوں میں ان کو پڑھ کر لطف اٹھاتے۔ اور جب درویشوں کے حلقے جمتے تو انہیں کو سن کر ذوق و شوق پاتے۔

ایک روز مولانا حسام الدینؒ کو خیال آیا کہ اگر مولانا جلال الدین علیہ الرحمۃ اس طرز پر کچھ معارف و اسرار نظم فرما دیں تو عجیب لطیف ذخیرہ اور ارباب شوق کے لئے ایک ہو جاوے۔ دو تین روز عرض کرنے کا اتفاق نہ ہوا۔ اس کے بعد ایک دن موقع پاکر اور مولانا کو بشاش دیکھ کر کہا کہ یا حضرت جیسے حکیم سنائیؒ اور فرید الدین عطارؒ اپنے کلام کو ہم لوگوں کے لئے عمدہ مشغلہ بنا گئے ہیں۔ اگر جناب بھی اس قسم کی کتاب جمع فرما دیں جس میں تصوف و فقر کے حقائق اور اصحاب محبت و شوق کی دلچسپی کا سامان موجود ہو

تو حضرت کے لئے ایک عمدہ یادگار، اور ارباب حال و قال کے لئے ایک بیش بہا ہدیہ، ہوکر ہم خدام کے لئے سرمایہ سعادت ہو جائے مولانا نے یہ سن کر فرمایا جزاک اللہ یا حسام الملۃ خوب تائید کی تمہارے دل میں یہ خیال آنے سے پہلے من جانب اللہ میرے دل میں یہ امر القا کر دیا گیا تھا کہ اس قسم کی کتاب ضرور تصنیف کی جائے چنانچہ یہ چند شعر کل شب کو لکھے گئے تھے۔ یہ فرما کر ایک پرچہ دستار مبارک سے نکال کر مولانا حسام الدین کے ہاتھ میں دیا، جس میں اٹھارہ شعر لکھے ہوئے تھے۔ اول شعر یہ تھا ؎

بشنو از نے چوں حکایت مے کند
واز جدائی ہا شکایت مے کند

اور آخری شعر یہ تھا ؎

اگر نہ بودی نالۂ نے را ثمر
نے جہاں را پر نہ کردی از شکر

اور فرمایا کہ یہ تمہاری توجہ پر موقوف رہے گا کہ جس قدر خیال کر کے آپ لکھواتے رہیں گے کتاب تصنیف ہوتی رہے گی۔ اس کے بعد نہایت اہتمام سے مثنوی شریف کا تصنیف کرنا شروع فرمایا۔ اگر کبھی توقف یا دیر ہوتی تو مولانا حسام الدین تقاضا کر کے

تصنیف کراتے ۔ مولانا جلال الدین فرماتے جاتے اور شیخ حسام الدین باادب تمام سامنے بیٹھے ہوئے لکھتے رہتے اور جب مضمون پورا ہوجاتا تو شیخ حسام الدین اس کو بآواز بلند پڑھ کر مولانا کو سناتے کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا تھا کہ دونوں صاحبوں کو اسی شغل میں رات بھر گزر جاتی ۔ چنانچہ ایک دفعہ مولانا کو تصنیف کراتے کراتے اور حضرت حسام الدین کو لکھتے ہوئے صبح ہوگئی تو مولانا نے یہ شعر لکھوایا ؎

صبح شد اے صبح را پشت و پناہ
عذر مخدومی حسام الدین بخواہ[۱]

یعنی اے صبح کے پشت و پناہ صبح کے پیدا کرنے والے خدا تو نے آج تو مثنوی کی تصنیف میں صبح ہوگئی اب تو مولوی حسام الدین کے دل میں الہام کرتا کہ اب تصنیف سے معافی دیں ۔

---

[۱] دوسرا مطلب اس شعر کا یہ ہے کہ اے خدا تعالے آج تو مراقبہ ہی میں صبح ہوئی مثنوی تصنیف نہ ہوئی حسام الدین کے دل میں ڈالکہ وہ مولف کریں ۔ مولانا نے راہ تواضع و کسر نفسی مولوی حسام الدین کو اس موقع پر مخدوم کے لفظ سے یاد کیا ۔ یہ شعر دفتر اول کے اخیر میں ہے ۱۲ ؎

دفتر اول تمام ہوچکا تھا کہ حضرت حسام الدین کی اہلیہ بیمار ہوگئیں اور عرصہ تک بیمار رہنے کے بعد انتقال ہوگیا۔ اس پریشانی میں فرصت نہ ہوئی کہ مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر لکھواتے اسی وجہ سے عرصہ تک مثنوی کا تصنیف ہونا اور دفتر دوم شروع ہونا ملتوی رہا۔ دو سال کے بعد جب شیخ حسام الدین کو فرصت ہوئی تو پھر مولانا سے باادب تمام درخواست کی کہ بقیہ مثنوی پوری ہو جائے تو بڑی عنایت ہو۔ مولانا نے قبول فرمایا اور پھر یہ شغل ۱۵ رجب المرجب ۶۶۲ھ کو شروع ہوا۔ چنانچہ دفتر دوم کے شروع میں مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد — مہلتے بایست تا خوں شیر شد
تا نزاید بخت تو فرزند نو — خوں نگردد شیر شیریں خوش شنو
چوں ضیاء الحق حسام الدیں عناں — باز گردانید ز اوج آسماں
چوں بمعراج حقائق رفتہ بود — بے بہارش غنچہا نشگفتہ بود
چوں ز دریا سوئے ساحل باز گشت — چنگ شعر مثنوی با ساز گشت
مثنوی کو صیقل ارواح بود — باز گشتش روز استفتاح بود
مطلع تاریخ ایں سودا و سود — سال ہجرت شش صد و شصت و دو بود
بلبلے زینجا برفت و باز گشت — بہر صید ایں معانی باز گشت

اسی طرح آخر تک مولانا فرماتے ہیں اور حسام الدین لکھتے ہیں یہاں تک کہ کتاب تمام ہو گئی۔ مولانا روم کی مثنوی کے چھ دفتر، ہمیشہ سے مشہور ہیں لیکن اس کے قدیم شارح مولوی اسماعیل انقروی جنہوں نے ۱۰۳۵ھ ہجری میں اس کی شرح چھ جلدوں میں کی تھی وہ کہتے ہیں کہ شرح کرنے کے زمانہ میں مجھے ایک نسخہ مثنوی کا ۸۱۴ھ ہجری کا لکھا ہوا ایسا ملا کہ جس میں سات دفتر تھے اور اس کو دیکھنے اور غور کرنے سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ ساتواں دفتر بھی بلاشبہ مولانا کا کلام ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کی شرح کی ہے اور جن لوگوں نے انکار کیا تھا کہ ساتواں دفتر مولانا کا کلام نہیں ہے۔ ان کے تمام اعتراضوں کے نہایت طویل جواب دے کر کہا کہ تم لوگ مولانا کے اور دوسرے کے کلام میں تمیز نہیں کر سکتے اس لئے تم کو شبہ ہے۔

اس زمانہ کے بعد بھی ایک بلکہ دو دفتر لوگوں کے پاس پائے گئے ہیں جن کو مولانا کا کلام سمجھا گیا ہے لیکن باریک بین اور دقیقہ رس شناس لوگوں نے مولانا کے کلام میں اور ان میں بہت بڑا فرق پایا۔ اصل یہ ہے کہ بہت سے اہل خیال نے مولانا روم علیہ الرحمۃ کے طرز پر ساتواں اور آٹھواں دفتر لکھے ہیں۔ اور حق المعتقد ور

یہ کوشش کی ہے کہ مولانا کے کلام سے ذرہ بھر فرق نہ ہے۔ ان میں سے بعض کے مصنف معلوم ہیں اور بعض کا کلام کم درجہ کا تھا اس لئے فرق دشوار نہ ہوا۔ لیکن بعض کے مصنف معلوم نہیں اور کلام اعلیٰ درجہ کو پہنچا ہوا ہے اس میں اور اصل مثنوی میں بڑے بڑے مبصروں کو تمیز دشوار ہوجاتی ہے۔ مولانا رومیؒ نے اپنی کتاب کا نام مثنوی بتلاکر یہ بھی فرما دیا ہے کہ اس کتاب کے اور بھی نام ہیں۔ مثلاً صامی نامہ، صاقم نامہ، جلاء الاحزان، کشاف القرآن، سعتا لارزاق، تطییب الاخلاق۔ اس کتاب کو خدا تعالےٰ نے وہ درجۂ قبولیت عطا فرمایا ہے کہ ہر شخص کو اس سے کسی نہ کسی طرح دلچسپی ضرور ہے۔

علماء و صوفیاء ہیں کہ اس کے مضامین پر اور عمدہ نکات پر دلدادہ ہیں۔ لوگ ہیں کہ پڑھنے والے کی آواز پر فریفتہ ہو کر مثنوی کا دم بھرتے ہیں۔ یا صرف اشعار کا ترجمہ سن کر خوش ہو لیتے ہیں۔ واعظ اور ناصح لوگ ہیں کہ اس کے اشعار و امثال سے فیض اٹھا کر اپنے کلام کو موثر بنانا چاہتے ہیں۔ مصنفین ہیں کہ کہیں مولانا کے اشعار کو اپنے مضامین کی سند میں پیش کرتے ہیں۔ اور کسی جگہ صرف زینت کلام اور لطف مضمون بڑھانے کے لئے

اس قرآن پارسی (یعنی مثنوی شریف) کے موزوں و مناسب اشعار کو لاتے ہیں۔ ہر زمانہ میں مثنوی کے خاص طور سے معانی بیان کرنے والے اور تعلیم دینے والے عالم و درویش موجود رہتے ہیں۔ اس مشکل و دقیق کتاب کی شرح میں ہر زمانہ کے علماء نے کوشش کی ہے اور ابتدا سے اس زمانہ تک شروح و حواشی لکھے گئے ہیں اگرچہ پچھلے زمانہ کی شرح کو جدید شرح کہنا ذرا دشوار ہے کیونکہ اس میں وہی پہلے لوگوں کی باتوں کو نقل کر دیا ہے خصوصاً اس زمانہ کی بعض شروح۔

تاہم بعض پچھلے لوگوں نے وہ فوائد اور تحقیقات ایجاد کئے ہیں جو پہلی شرح میں نہ تھے۔ ایک شرح جس کا نام کنوز الحقائق فی الرموز و الدقائق تھا ۸۳۹ھ ہجری میں فارسی زبان میں کمال الدین حسین بن حسن خوارزمی نے لکھی اور مولوی مصطفیٰ بن شعبان نے جن کا تخلص، سروری تھا اور سنہ ۹۶۹ھ ہجری میں وفات پائی ہے اور دوسری شرح فارسی میں لکھی۔

ترکی میں بھی مثنوی کی دو شرحیں مبسوط لکھی گئی ہیں اور ایک مختصر سنہ ۱۰۲۵ھ ہجری میں مولوی شیخ اسمٰعیل الانقروی نے ایک بڑی شرح چھ جلدوں میں لکھ کر فاتح الابیات نام رکھا۔ محمد یوسف معروف؛

سینہ چاک نے جن کا انتقال ۹۵۳ھ ہجری میں ہوا ہے پوری مثنوی میں سے تین سو ساٹھ شعر اپنے مذاق اور رائے سے انتخاب کر کے ان کی عمدہ شرح لکھی۔ شیخ علاؤ الدین علی بن محمد نے جن کی وفات ۱۰۰۰ھ ہجری میں ہوئی ہے بعض اشعار کی شرح فارسی میں لکھی۔

شیخ امام حسین بن واعظ نے ایک انتخاب کیا اور فارسی میں اس کی شرح لکھ کر جواہر الاسرار نام رکھا اور کتاب کے شروع میں بطور دیباچہ کے دس باب لکھے جن میں اصطلاحات تصوف اور ان لوگوں کا حال بیان کیا جو حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے غایت اعتقاد رکھنے والے اور ملا لعنت سودیہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ ایک اور شرح از بار مثنوی و انوار معنوی (شیراز) کے ایک عالم نے بطور حل لغات کے لکھی جس میں دیباچہ کی شرح کرنے کے بعد جلد اول کے تمام عربی الفاظ کی شرح ترکی زبان میں پھر فارسی الفاظ کی شرح بہ ترتیب حروف تہجی لکھی۔ ایک شرح میں صرف آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ اور عربی اشعار کی شرح کی گئی ہے اور بعض مشکل الفاظ کے معانی بھی بیان کر دیئے ہیں۔ منتخب اشعار اور آیات و احادیث

اور مشکل لغات کے متعلق اکثر لوگوں نے شرحیں لکھی ہیں اور بھی بعض
عمدہ شروح لکھی گئیں مگر ناتمام رہ گئیں چنانچہ شیخ عبد المجید مشہور
بہ سیواسی نے ۱۰۴۱ھ ہجری احمد خان سلطان کی فرمائش سے ترکی
آمیز فارسی میں ایک شرح لکھنی شروع کی تھی مگر دفتر اول میں
خرگوش و شیر کی حکایت درمیان میں چھوڑ کر مولف مرحوم ۱۰۴۹ھ
ہجری میں موت کا شکار ہو گئے۔

اسی طرح اور بھی بعض شرح جلد اول کے قریب پہنچ کر رہ گئیں
اخیر زمانہ کی شروح میں ایک نہایت عمدہ شرح مولانا عبد العلی صاحب
بحر العلوم کی فارسی شرح ہے جس میں حل مطلب نہایت عمدگی سے
کافی طور پر کیا گیا ہے اور طول بھی زیادہ نہیں ہونے دیا۔ اور پھر خوبی
یہ کہ کسی مضمون کو دائرہ شریعت سے خارج نہیں ہونے دیا۔ مولانا
موصوف لکھنؤ کے نہایت اہل کمال لوگوں میں تھے آپ کے بعض
تصانیف مدارس وطلبہ میں متداول ہیں ۱۲۲۵ھ ہجری میں آپ کا
انتقال ہوا ہے تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہے کہ ہندوستان کے مشہور
عالم جناب مولانا احمد حسن صاحب مرحوم ومغفور کانپوری نے نہایت
جامع اور مختصر حاشیہ لکھ کر مثنوی کو عجیب آب وتاب سے طبع
کرایا ہے حاشیہ میں جابجا وہ فوائد بھی تحریر ہیں جو قلب وقت

یشیخ الکل مرشد کامل حضرت شاہ محمد امداد اللہ صاحب مہاجر مکی ،
قدس اللہ سرہ نے بوقت درس ارشاد فرمائے تھے بعض تصوف دوست
لوگوں نے مثنوی کے بعض مقامات کو اردو نظم میں لاکر رسالے تالیف
کرتے ہیں جو اردو خواں لوگوں کے لئے مثنوی سے کم نہیں ہے ۔

اردو میں بعض شرح بھی لکھی گئیں جن میں سے ایک شرح مولوی ثنایت
علی صاحب لکھنوی کی ہے جو ۱۳۱۰ھ ہجری میں طبع ہوئی ہے یہ شرح
بہت مختصر ہے ۔ شعر کا ترجمہ نثر میں کیا گیا ہے ۔

دوسری شرح مولوی محمد عبد الرحمٰن راسخ دہلوی نے کی ہے جس کے
ہر ایک دفتر کی شرح کا جدا نام ہے ۔ چنانچہ اول حصہ کا نام کتاب مرقوم
دوسرے کا مسک مختوم ۔ تیسرے کا رزق مقسوم ہے اس میں یہ
التزام کیا گیا ہے کہ ہر شعر کا ترجمہ بھی اردو شعر میں کیا جائے اور پھر
معانی اور مطلب اور بعض جگہ ترکیب بھی نہایت خوبی سے بیان کی
ہے ۔ جو لوگ فارسی وغیرہ پر قادر نہیں یا دوسری زبان سے ،
گھبراتے ہیں ان کے لئے یہ شرح بہت ہی غنیمت ہے اور تمام
مطالب و مضامین کو حد شرح میں رکھ کر حل کیا ہے ۔

ان ایام میں ایک اردو شرح حکیم الامت مجدد ملت
حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

فرماتے ہیں[1] جو مولانا کے علم و فضل کی برکت سے تمام سابق اردو شروح پر فائق ہوگی اس میں پابندی قواعد شریعت کا ایسا التزام کیا گیا ہے کہ جو لوگ شریعت و طریقت کو جدا جدا سمجھتے ہیں وہ اس کو بہت سخت نظر سے دیکھتے ہیں۔ مذکورۂ بالا شروح کے علاوہ اور بھی شروح اور مختلف حواشی لوگوں کے لکھے ہیں اور جن میں سے بعض مشہور اور بعض بالکل گم نام ہیں۔ چونکہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی شریف کی حقیقت بیان کرنا اور اس پر پوری طرح نظر غوض ڈالنا اور اس کے حقائق و دقائق کو دکھلانا انہیں اہل علم و کمال کا کام ہے جو کہ سب موصوف کے ماہر اور بحر تصوف کے شناور ہونے کے ساتھ تمام علوم میں اعلیٰ دستگاہ رکھتے ہوں اور خدا تعالیٰ

---

[1] بحمد اللہ یہ شرح مکمل ہو کر بنام کلید مثنوی شائع ہو چکی ہے۔ اس کا دفتر اول و ششم خود حضرت موصوف نے اپنے قلم سے تصنیف فرمائی۔ اور درمیانی چہار دفتروں کی شرح اس طرح ہوئی کہ حضرت ممدوح نے بطور درس تقریر فرمائی بعض علماء نے اس کو ضبط کر لیا۔ اس کے دفتر پنجم کے علاوہ اور سب دفتر چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔

نے ظاہر عقل کامل و ذہن ثاقب کے ساتھ معرفت باطنی اور بصیرت حقیقی بھی عطا فرمائی ہو۔ لہٰذا ہم اس میں دخل دینا خلاف ادب سمجھ کر اور اس کام کو اپنے حوصلے سے باہر خیال کر کے اس کے در پے نہیں ہوتے۔

کلمات و نصائح

مولانا کی نصائح کے لئے مثنوی شریف کو دیکھ لینا کافی ہے اپنے مرید و معتقد اور ہم صحبت لوگوں کے لئے بھی ہمیشہ آپ کا کلام اسی قسم کا ہوتا تھا۔ فرماتے تھے کہ جب کوئی پرندہ آسمان کی طرف اڑتا ہے تو آسمان پر نہیں پہنچ جاتا مگر ہاں شکاریوں کے جال میں گرفتار ہونے سے بچ جاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص سلسلۂ فقر میں داخل ہو کر تقرب الی اللہ کی کوشش کرے وہ اگر فقیری کے کمال کو نہ پہنچے تب بھی عام دنیاوی اور بازاری خلقت سے علیحدہ شمار ہو کر بہت سی کشاکش اور دنیاوی زحمتوں سے نجات پا کر کچھ نہ کچھ حاصل کر ہی لیتا ہے۔

آپ کے دوستوں میں سے ایک صاحب اپنے حالات اور بعض تفکرات کی وجہ سے مغموم تھے مولانا نے تسلی کے لئے فرمایا کہ ساری کلفت دنیا کی دل بستگی سے ہوتی ہے اگر آدمی اس دنیا کی

دل بستگی سے آزاد ہو جاتے اور اپنے کو بالکل مسافر سمجھ کر جو گرم و سرد شیریں و تلخ حالت پیش آوے اس کو دائمی نہ سمجھے اور خیال کر لے کہ مجھے ہمیشہ اس حالت پر بھی نہیں رہنا۔ بلکہ اس کے بعد کوئی دوسری حالت آنے والی ہے اور مجھے آگے چلنا ہے پھر ہر حالت میں یہی خیال رکھے تو کوئی کلفت پیش ہی نہ آوے۔

فرماتے تھے کہ آزاد مرد وہ ہے جو کسی کے رنجیدہ کرنے سے رنجیدہ ہی نہ ہو۔ اور جوان مرد وہ ہے جو تکلیف کے مستحق کو بھی اپنے لئے سے تکلیف نہ دے۔ کہ ایک مرتبہ کوئی شخص کسی درویش کی خدمت میں گئے پوچھنے لگے کہ حضرت تنہا کیوں بیٹھے ہو؟ درویش نے جواب دیا کہ اب تم نے آکر مجھے تنہا کر دیا مجھ میں اور حق میں حجاب ڈال دیا، ورنہ میں خدا تعالےٰ کے ذکر و فکر میں مشغول تھا جو فرماتا ہے انا جلیس من ذکرنی جو مجھ کو یاد کرتا ہے میں اس کا ہمدم ہوں)۔

ایک روز حاضرین نے آپ سے کہا کہ نماز پڑھا دیجئے۔ فرمانے لگے کہ ہم رنگ دوسری حالت کے ابدال صفت میں ہمارا بیٹھنا اٹھنا سب بے قاعدہ ہے جہاں سے کے ہو رہے بس وہیں رہ گئے امامت کے لائق صاحب تمکین و وقار اصحاب تصوف ہیں۔ اور حضرت

شیخ صدرالدین کو اشارہ کرکے امام بنایا ۔ فرماتے تھے کہ بدون اشتہا کے کھانا درویش کے لئے نہایت سخت گناہ ہے ناجنس کی صحبت سے بہت منع فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ مرید قبول یافتہ وہ ہے جو کبھی بیگانہ کی صحبت میں نہ جاوے اور اگر کبھی ضرورتاً جانا ہی پڑے تو ایسا دل تنگ ہو کر بیٹھے جیسے مکتب میں بچہ یا مسجد میں منافق یا قیدخانہ میں قیدی ۔ آخیر وقت میں جو وصیت مولانا نے اپنے خاص لوگوں کو فرمائی وہ یہ تھی ۔

اوصیکم بتقوی اللہ فی السر والعلانیۃ وبقلۃ الطعام وقلۃ المنام وھجران المعاصی والاثام ومواصلۃ الصیام ودوام القیام وترک الشھوات علی الدوام واحتمال الجفاء من جمیع الانام وترک مجالسۃ السفھاء والعوام ومصاحبۃ الصالحین والکرام وان خیر الناس من ینفع الناس وخیر الکلام ماقل ودل ۔

ترجمہ : یعنی میں تم کو ان باتوں کی وصیت کرتا ہوں ظاہر و پوشیدہ

خدا تعالیٰ سے ڈرنا، کم کھانا، کم سونا، گناہوں کو چھوڑنا،
اکثر روزے رکھنا، اکثر رات کو خدا کی عبادت میں کھڑے
رہنا، ہمیشہ خواہشات نفسانی کو چھوڑنا، جو لوگ ایذاء
پہنچائیں اس کو سہنا، عوام اور کم عقل نالائقوں کے پاس
نہ بیٹھنا، نیک اور شریف دینداروں کی صحبت میں رہنا
بہتر آدمی وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے، اور کلام بہتر وہ
ہے جو مختصر ہو مگر مفید مطلب و مدعا ہو۔"

ایک شخص بالکل دنیا دار تھے کبھی کبھی مولانا کے پاس حاضر ہوتے
ایک روز عذر کرنے لگے کہ فرصت نہ ہونے کی وجہ سے معذور ہوں
مولانا نے فرمایا کہ عذر کی ضرورت نہیں جیسا اور لوگ آپ کے آنے
سے ممنون ہوتے ہیں اسی قدر ہم آپ کے نہ آنے سے مشکور ہیں۔

شیخ حسام الدین کو خطاب کر کے فرمایا کہ اولیائے خداوندی
کی صحبت اختیار کرنا چاہیے ان لوگوں کی قربت میں ایک عجیب اثر
ہے ؎ یکے لحظہ از دوری نشاید
که از دوری خرابیہا فزاید
بہر حالے کہ باشی پیش او باش
کہ از نزدیک بودن مہر زاید

کشف و کرامات، عبادت، زہد وغیرہ

مولانا پانچ ہی سال کی عمر میں تھے کہ غیر معمولی باتیں و کرامتیں آپ سے ظہور میں آنے لگی تھیں۔ بعض خاص فرشتے اور جنات آپ کو نظر آجاتے اور وہ اولیاء اللہ جو عام نظروں سے پوشیدہ ہیں مولانا سے ملاقات کرتے تھے۔

آپ کے والد مولانا بہاؤالدین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے بیان کیا ہے۔ کہ بلخ میں رہتے ہوئے جب جلال الدین کی عمر چھ سال کی تھی ایک روز لڑکوں کے ساتھ مکان کے اوپر کھیل رہے تھے۔ مکانوں کی چھتیں قریب قریب تھیں لڑکوں میں سے کسی نے کہا کہ آؤ سب مل کر ایک مکان سے دوسرے پر پھاند جائیں۔ جلال الدین کہنے لگے کہ واہ یہ کوئی آدمیوں کا کام ہے اس طرح تو کتا اور بلی بھی کود جاتے ہیں آدمیوں کو یہ حرکت کرنی کیسے زیبا ہو سکتی ہے ہاں اگر بازو میں قوت ہے تو آسمان کی طرف اڑیں یہ کہہ کر آپ لڑکوں کی نظر سے غائب ہو گئے۔ لڑکے یہ حال دیکھ کر شور مچانے اور رونے اور چلانے لگے۔ تھوڑی دیر میں مولانا پھر چھت پر نظر آنے لگے چہرے

کا رنگ بدلا ہوا تھا اور آنکھیں سُرخ تھیں۔ لڑکوں نے بہت پوچھا تو کہنے لگے کہ جس وقت تم سے باتیں کر رہا تھا تو خدا تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے یہاں موجود تھے وہ مجھے اٹھا کر لے گئے اور آسمان کے تمام اطراف اور عجیب عجیب حالات کی سیر کرائی ابھی کچھ دیر اور ٹھہرتا کہ تمہارے رونے چلانے کی آواز نے بے قرار کر دیا۔ اور میں نے آنا چاہا تو فرشتوں نے اٹھا کر یہاں پہنچا دیا۔

ایک مرتبہ مولانا حالت جذب میں تھے کچھ ہوش نہ تھا اور سماع کا شغل تھا ایک درویش کو خیال ہوا کہ مولانا سے پوچھنا چاہئے کہ فقر کیا ہے۔ مولانا اس خطرے پر مطلع ہوگئے اور یہ رباعی پڑھ کر درویش کے سوال کا جواب دے دیا ؎

اجوہر فقر و سوی الفقر عرض ۔ الفقر شفاء و سوی الفقر مرض

العالم کلہ خداع و غرور ۔ والفقر من العالم سرو غرض

یعنی اصل اور کمال فقر ہی ہے اور سب چیزیں بے ثبوت اور عارضی ہیں فقیری شفاء اور سب چیزیں مرض کی طرح ہیں۔ عالم کی تمام چیزیں صرف ظاہری نمائش اور دھوکے کی طرح ہیں مقصود عالم سے فقیری ہے۔

مولانا اپنے زمانے کے قطب الاقطاب اور اولیائے کرام میں سے

سے تھے۔ کشف و کرامات آپ سے صدہا سرزد ہوتے ہیں۔ مثنوی شریف آپ کے کمال و اعجاز کا ایک بڑا نمونہ اور علمی کرامت ہے۔

مشہور ہے کہ مولانا چھ ہی سال کی عمر میں کئی کئی روز روزہ رکھ کر تین چار دن کے بعد افطار کرتے تھے اور اکثر نماز و عبادت میں مشغول رہتے۔ ان کو ابتدا ہی سے صحبت و تربیت ہی اس قسم کی میسر ہوئی تھی۔ والد آپ کے ایک مقتدائے زمانہ اور نہایت عبادت و ریاضت میں گزارنے والے تھے۔ اور بڑے ہونے اور بزرگوں کی صحبت و خدمت میں رہنے کے بعد تو مولانا نے وہ ریاضت اور مجاہدے کئے کہ جان کو جان نہ سمجھا۔ مدتوں رات کو سوتے ہی نہیں نفس کشی جیسے صوفیوں کا فرض ہے انہوں نے اس طرح کی کہ حق ادا کر دیا۔ دنیا سے بے رغبتی اور لاپروائی نہ ہوتی تو مولانا خدا تعالےٰ کے لیے مقبول بندے کس طرح ہو جاتے۔

آپ کبھی ذخیرہ نہ کرتے تھے جو کچھ ہوتا تقسیم کرا دیتے۔ اکثر خادم سے پوچھا کرتے کہ آج کچھ گھر میں ہے یا نہیں۔ اگر وہ کہتا کہ کچھ نہیں تو بہت خوش ہو کر فرماتے کہ خدا کا شکر ہے کہ آج ہمارا گھر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے گھر کے مشابہ ہے۔ اور اگر بتلاتا کہ کچھ تھوڑا بہت موجود ہے تو افسوس کر کے کہتے کہ آج ہمارے

مکان میں سے فرعون کے گھر کی بو آتی ہے کہ ذخیرہ موجود ہے۔
اکثر اوقات گھر میں اور مجلس میں چراغ بھی نہ جلاتے اور فرماتے
کہ بدون چراغ کے رہنا بھی سنت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے۔
شیخ مؤید الدین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ۔
شیخ صدر الدین علیہ الرحمۃ کا خیال اور رائے مولانا جلال الدین رومی
کی نسبت کیا تھی؟

فرمایا کہ ایک روز شیخ صدر الدین کے خاص خاص معتقدین و
احباب مثل شمس الدین ایکی و فخر الدین عراقی و شرف الدین موصلی و
شیخ سعید فرغانی وغیرہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم جمع تھے مولانا جلال
الدین علیہ الرحمۃ کے حالات کا ذکر آگیا۔ شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ
نے فرمایا کہ اگر حضرت بایزید اور حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہما
جیسے اولیائے کرام بھی اس زمانہ میں ہوتے تو مولانا جلال الدین
رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے حلقہ اطاعت میں داخل ہو کر فیض لیتے۔
فقر محمدی کے خوان سالار مولانا ہیں ہم سب لوگ ان کے طفیل کچھ
ذائقہ چکھ لیتے ہیں۔

یہ سن کر حاضرین نے آفرین و مرحبا کہا شیخ صدر الدینؒ کا حال
بیان کر کے شیخ مؤید الدین علیہ الرحمۃ نے خود بھی کہا کہ ہم بھی اس بارگاہ

عالی کے خادم رنیاز مند ہیں۔ اور یہ شعر پڑھا ؎

تو کان فینا للا لوہیۃ صورۃ
فہی انت لا اشکی ولا اتردد

مولانا رومیؒ کی وفات

مولانا ان لوگوں میں سے تھے جن کی موت کو موت نہ کہنا چاہئے بلکہ انتقال من دار الی دار یعنی تبدیل مکان کہنا چاہئے۔ ایسے حضرات اپنی موت کو حیات حقیقی سمجھتے ہیں۔ اور ان کا یہ سمجھنا بھی بجا ہے۔

مرض موت میں اپنے دوستوں سے فرماتے تھے کہ میرے جانے سے نا امید اور غمگین نہ ہونا۔ دیکھو منصور حلاجؒ کی روح نے ڈیڑھ سو سال کے بعد حضرت شیخ فرید الدین علیہ الرحمۃ پر ظاہر ہو کر فیض پہنچایا ہے۔ اور فرماتے تھے کہ گو میرا تعلق بدن سے چھوٹ جائے گا لیکن تم لوگوں کے ساتھ جو تعلق ہے وہ پھر بھی باقی رہے گا۔

لہ اگر زمانہ میں خدائی کی بھی صورت ہوتی ؛ تو بلا ریب تمہاری ہی وہ صورت ہوتی ۱۲ ؛

شیخ صدرالدین رحمۃ اللہ تعالے علیہ آپ کی عیادت کو تشریف لائے اور کہنے لگے کہ خدا تعالے جناب کو بہت جلد شفا عطا فرما دے۔

مولانا نے ہنس کر فرمایا کہ بس اب یہ شفا تم ہی لوگوں کو مبارک ہے اس وقت کہ ذرا سا پردہ مطلوب حقیقی میں باقی رہ گیا ہے اب بھی تم لوگ نہیں چاہتے کہ یہ نور اس نور حقیقی میں مل جائے۔

فرماتے تھے کہ مولانا شمس تبریز رحمۃ اللہ تعالے علیہ اس عالم کی طرف کھینچ رہے ہیں اور یہاں کے عزیز اس کو، لیکن اپنے مرشد ولی اللہ کی فرمائش کو بجالانا ضروری ہے۔ مریدوں نے عرض کیا کہ صاحبزادہ سلطان ولد کے لئے بھی کچھ وصیت فرمائیے گا۔

جواب دیا کہ وہ خود مرد کامل و ہوشیار ہے وصیت کی کیا ضرورت ہے۔ جنازہ کی نماز کے لئے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ شیخ صدرالدینؒ سب سے زیادہ مناسب ہیں۔

آخر کار کہ بظاہر مرض زیادہ ہو کر اور حقیقت میں طلب مشتاق کی آتش شوق تیز ہونے کی وجہ سے پانچویں جمادی الاخری ۶۷۲ھ ہجری میں عین غروب شمس کے وقت یہ آفتاب حقیقی کا نور لوگوں کی آنکھوں سے چھپ گیا اور دار فانی سے مولانا نے انتقال فرمایا اور عالم باقی کو اختیار فرما کر وصال محبوب سے حیات ابدی پائی اور

وصیت کے مطابق حضرت شیخ صدرالدین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قونیہ ہی میں مزار مبارک بنا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا کے انتقال سے آپ کے معتقدوں اور دوستوں کو ایسا صدمہ ہوا کہ جہاں آنکھوں میں تاریک ہو گیا۔ ایک دوسرے کو تسلی دیتا تھا مگر اپنے آپ کو نہیں سمجھا سکتا تھا بعض لوگ آپ کو خواب میں دیکھ کر تسلی پاتے تھے اور بعض آرزو میں رہتے تھے۔

بڑی مصیبت ہو یا چھوٹی آخر دیر میں یا جلد صبر کرنا ہی پڑتا ہے ان لوگوں نے بھی صبر کیا اور مولانا جیسے باکمال شفیق و مرشد کی محبت کو دل میں لئے رہے۔

مولانا کے خلیفہ اور خاص لوگ

مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی وفات کے بعد تین روز حضرت شیخ حسام الدین علیہ الرحمۃ مولانا کے تمام مریدوں اور دوستوں کو لے کر صاحبزادہ بہاؤالدین عرف مولانا ولد علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ بجائے اپنے والد ماجد کے سجادہ نشین اور قائم مقام ہو کر طالبانِ حق اور مریدانِ صادق کو ہدایت فرمائیے۔ اور ہم

سب لوگوں کے مرشد اور شیخ طریقت بنے کیونکہ ؎
بر تخت شاہ کہ باشد جز شاہ و شاہزادہ

اور میں بھی آپ کی اطاعت اسی طرح کرتا رہوں گا جیسے آپ کے والد بزرگوار کا خادم اور مطیع امر تھا۔ سلطان ولد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بہت رو کر براہ انکسار کہا کہ میں ہرگز اس امر کے لائق نہیں آپ ہی ہمارے خلیفہ اور مرشد ہیں جیسے مولانا کی زندگی میں آپ کو ہم والد بزرگوار کا خلیفہ سمجھتے تھے اسی طرح اب سمجھیں گے۔ چنانچہ مولانا حسام الدین کو بالکل بجائے مرشد کے سمجھ کر سلطان ولد دس برس آپ کی خدمت میں رہے گو مولانا حسام الدین بوجہ صاحبزادگی کے ان کا بہت ادب و لحاظ کرتے تھے اور ان کو اپنا جانشین سمجھتے تھے لیکن سلطان ولد ان سے بالکل اس طرح پیش آتے جیسے کوئی

سلہ اس سے معلوم ہوا کہ سجادہ نشینی کی جو جاہلانہ رسم ہمارے زمانہ میں پڑگئی ہے کہ شیخ کی اولاد میں سے کسی کو قائم مقام بنا کر پیر سمجھیں خواہ وہ لائق ہو یا نالائق۔ سلف صالحین اور اولیاء اللہ کے طریق کے بالکل خلاف اور مذموم ہے ۱۲۔ بندہ محمد شفیع دیوبندی عفا اللہ عنہ۔

طالب صادق اپنے مرشد کامل کے ساتھ پیش آتا ہے۔ اور کیسے پیش نہ آتے خود مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ان کو نہایت بلند پایہ بزرگ سمجھتے اور نہایت تعظیم فرماتے۔ اور یہ مولانا کے نہایت ہی مخصوص لوگوں میں سے تھے ایک جگہ ان کو مخدومی حسام الدین لکھا ہے مثنوی کے دیباچہ میں ان کی بہت زیادہ تعریف فرمائی ہے۔

مولانا حسام الدین کا قدیم نام حسن تھا اور والد کا نام محمد۔ ان کے دادا حسن تھے اور ابن کرخی ترک مشہور تھے۔ سلسلۂ نسب میں، شمس تبریزی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے جا ملتے ہیں اور سلسلۂ بیعت میں حضرت شیخ ابوالوفا کردی بغدادی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے منسوب ہیں۔ شیخ ابوالوفا۔ وہی بزرگ ہیں جو بالکل پڑھے لکھے کچھ نہ تھے مگر سب لوگ ان کو مانتے تھے اور پیشوا کے وقت تھے ایک دفعہ لوگوں نے ان کو وعظ کے لئے مجبور کیا تو انہوں نے کل کا وعدہ کر لیا اور رات کو خدا تعالےٰ سے دعا فرمائی کہ یا اللہ تیری مدد کے بدون کچھ نہیں ہو سکتا۔ خواب میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کو دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے اسم علیم و حکیم کا تم پر ظہور ہوگا۔

اگلے روز جا کر بیان شروع کیا اور ابتدا کے وعظ میں فرمایا کہ۔

امسیتُ کردیاً واصبحت عربیاً۔ یعنی رات کو میں کردی تھا اور اب خدا تعالیٰ نے عربی بنا دیا " خدا تعالیٰ نے ان کے اوپر علم کے خزانے کھول دیئے اور وہ مضامین بیان کئے کہ لوگ دنگ رہ گئے۔

پہلے حضرت مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ مولانا صلاح الدینؒ کی طرف رہا وہ تھی ان کی وفات کے بعد تمام توجہ مولانا کی حضرت حسام الدینؒ کی طرف مائل ہوئی۔ مثنوی معنوی انہیں کی سلسلہ دعا پر لکھی گئی ہے۔ مولانا نے مثنوی کے دیباچہ میں ان کی جس قدر تعریف کی ہے اس سے زیادہ ہو ہی نہیں سکتی۔ سیدی سندی معتمدی، ذخیرتی، فی یوم غدی ان کو کہا ہے مفتاح خزائن العرش، امین کنوز الفرش ان کے لئے استعمال کیا ہے، اور نہایت خلوص سے بڑی بڑی دعائیں دی ہیں۔

مولانا کے دوسرے خلیفہ شیخ صلاح الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے جو قونیہ ہی کے رہنے والے تھے اور زرکوب مشہور تھے۔ مولانا سے پہلے آپ سید برہان الدین محقق ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدان خاص میں تھے اور بہت کچھ کسب کمال کر چکے تھے۔ قونیہ میں ایک روز مولانا رومی علیہ الرحمۃ سنا روں کی دوکانوں کی طرف

سے گزرے وہاں سونا چاندی کوٹا جاتا تھا اس کی آواز سے مولانا رومی علیہ الرحمۃ پر وجد طاری ہو گیا اور گر گئے۔ شیخ صلاح الدینؒ بھی قریب ہی دکان میں تھے فوراً دوڑے اور زانو پر مولانا کا سر مبارک رکھ کر بیٹھ گئے۔ مولانا کو ہوش آیا تو معانقہ فرمایا۔ اور نہایت شفقت کی۔ اس روز ظہر سے عصر تک حضرت مولانا رومیؒ سماع میں مشغول رہے اور یہ شعر بار بار پڑھتے تھے ؎

یکے گنجے پدید آمد دریں دکان زرکوبی
زہے صورت زہے معنی زہے خوبی زہے خوبی

اسی روز سے شیخ صلاح الدین نے دکان چھوڑ کر مولانا کی خدمت میں رہنا اختیار کیا اور روز بروز مولانا کی نظر توجہ ان پر زیادہ ہوتی رہی مگر افسوس کہ دس برس کی صحبت کے بعد مولانا کی زندگی ہی میں شیخ صلاح الدین کی وفات ہو گئی۔

مولانا رومی ان کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے مولانا کے صاحبزادے مولانا بہاؤ الدین کی شادی آپ ہی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی ان کے علاوہ بھی مولانا کے بعض خلفاء اور سیکڑوں لوگ سلسلہ عقیدت و بیعت میں داخل تھے جن سے مولانا کے بعد ان کا سلسلہ فیض جاری رہا۔ فرحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین۔

الحمد للہ کہ مولانا محمد جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ کے مختصر حالات جو ناواقف طالب کے لئے کافی واقفیت کا باعث ہو سکتے ہیں تمام ہوئے ۔ آپ کے حالات میں بہت سے بزرگوں کا نام نامی مذکور ہوا ہے ۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض حضرات کا کسی قدر مجمل حال بیان کر دیا جائے ۔

شہید عشق حقیقی حضرت حسین بن منصور حلاج بیضاوی

اللہ اکبر ! خدا تعالے کے عاشقوں کا حال بھی کیسا کچھ مختلف ہے باوجودیکہ سب اس ایک اصلی رنگ سے رنگے ہوئے ہیں اور مطلوب سب کا ایک ہے لیکن ظاہر میں کسی کا کچھ حال ہے ، کسی کا کچھ ، کوئی ایسا گمنام ہو کر چھپ رہا کہ کسی نے نام بھی نہ جانا ۔ اور کوئی ایسا مشہور ہوا کہ زمانہ میں کوئی اس سے ناواقف نہ رہا ۔ کسی نے ایسا ضبط کیا کہ سانس نہ لیا ، کوئی ایسا بے ہوش ہوا کہ خبر نہ رہی کہ کیا کہتا ہے کسی نے اپنے کو خاک سے بھی ذلیل سمجھا ، اور کسی نے فلک کو بھی اپنے سے نیچے پایا ۔ بہتوں نے اپنے نبی کے قدموں پر جان دے کر ہمیشہ کی زندگی پائی ۔ کتنوں نے روتے روتے جان گنوائی کسی نے ما عرفناک پیش نظر رکھا ۔ اور کسی نے انا الحق کہہ کر

جان کا بھی خیال نہ کیا۔

شیخ منصور کا نام حسین اور والد کا نام منصور تھا اب خود بھی منصور حلاج مشہور ہوگئے ان کو ابوالمغیث بھی کہتے تھے۔ فارس میں ایک شہر کا نام بیضا ہے اسی نسبت سے بیضاوی کہتے ہیں۔

ایک روز کسی حلاج (دھنا نداف) کی دوکان پر جاکر اس کو اپنے کسی کام کے لئے بھیج دیا آپ وہاں بیٹھ گئے۔ پھر خیال آیا کہ غریب حلاج کی روزی میں نقصان آیا اور اس کے کام میں ہرج ہوا آپ نے انگلی سے اشارہ کرنا شروع کیا خود بخود روئی سے بنولے علیحدہ ہوکر گرنے لگے اور روئی صاف ہوکر ایک طرف ہوگئی۔ حلاج نے آکر دیکھا تو حیران رہ گیا۔ رفتہ رفتہ یہ کرامت مشہور ہوگئی۔ دوستوں کو خبر پہنچی تو انہوں نے حلاج کہنا شروع کیا اور اسی طرح زبان زد ہوگیا کہ اب گویا ان کے نام کا ایک جز ہوگیا ورنہ اصل میں یہ حلاج نہ تھے۔

عمرو بن عثمان رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اس زمانہ کے ایک بڑے جامع علم ظاہری و باطنی شخص تھے۔ منصور ان کے خاص شاگردوں میں تھے اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ جیسے بڑے بڑے صوفیاء کی صحبت سے فیض اٹھاتے تھے۔ اکثر نماز میں مشغول

رہتے۔ کبھی دن رات میں ہزار رکعتیں پڑھتے اور کبھی دو دو رکعت میں صبح کر دیتے۔ جس روز قتل ہوتے ہیں رات کو پانچ سو رکعتیں ادا کی تھیں۔ عشق حقیقی سے مالا مال تھے اور دار پر چڑھ کر شہید ہونا قسمت میں لکھا تھا۔ ایسے ہی سامان ہو گئے۔ ان کے استاد عمرو بن عثمانؒ نے ایک رسالہ تصوف اور توحیدؒ کے بیان میں لکھا تھا انہوں نے لے کر بلا اجازت اس کو لوگوں میں مشہور کر دیا اور دست بدست نقل ہو کر ہر ایک ادنیٰ و اعلیٰ تک پہنچ گیا۔

باریک بات اور پیچیدہ مسئلہ سمجھنے کی ہر کسی میں لیاقت نہیں اور اہل کمال کے ہر زمانہ میں دشمن رہتے ہیں۔ مضمون تھا دقیق لوگوں کی سمجھ میں نہ آیا، کچھ دشمنوں نے کارسازی کی عمرو بن عثمان علیہ الرحمۃ ہر طرف بدنام ہو گئے اور لوگوں نے ان پہ بہت لے دے کی اور ان کی تصنیف کو بہت برا سمجھا ان کو اس سے بہت ملال ہوا۔ اور ساری بدنامی کے باعث چونکہ ظاہر میں حسین بن منصور ہوئے تھے ان کے لئے دل سے بد دعا نکلی کہ " خدا کرے کہ کوئی ایسا ملے جو تیری بات کو بھی نہ سمجھے اور تجھ کو ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پہ چڑھا دے "۔

مشہور ہے کہ ماں باپ کے دل کی کلپ اور استاد کی بد دعا

خالی نہیں ۔ باقی پھر ایسے دل ستار کی آہ کیسے بے اثر رہتی ۔ فرطِ
محبت اور جذبہ حال میں "انا الحق" زبان سے نکلا سارے بغداد
میں شہرہ ہوگیا ۔ خلیفہ معتضد باللہ کا زمانہ تھا ۔ علماء جمع کیے گئے
قاضی ابو عمر اور حامد بن عباس وزیر سلطنت اور دیگر علماء و فقہا
نے جن کو ظاہر حال پر حکم لگانے کا ارشاد ہے کفر کا فتوےٰ تیار
کیا جسے منصور اپنے لئے جنابِ عشق کی سند سمجھے ۔ قتل کا حکم ہو
کر منصور قید کئے گئے ۔ منصور نے کہا بھی کہ میں بے گناہ ہوں،
میرا قتل حلال نہیں ۔ لیکن چونکہ زبان سے "انا الحق" کہتے تھے
لہذا کسی نے قبول نہ کیا ۔ قید کی حالت میں بعض کرامتیں بھی
ان سے ظاہر ہوئیں ۔ جب کئی روز مقید رہنے کے بعد قتل کے
لئے نکالے گئے تو خلقت کا عجیب حال تھا ہر طرف سے
دیکھنے کو چلے آتے تھے اور بڑے چھوٹوں کا دل یہی چاہتا
تھا کہ کسی طرح اس کلمہ سے باز آ دیں اور ان کی جان بچے لیکن اُن
کے دل میں تو آگ ہی اور لگی تھی ان کو جان کی کیا پرواہ تھی ۔
بدن پر صدہا کوڑے بھی مارے گئے کہ زبان بند کریں ۔ مگر جب
یہ اٹھتے وہی "انا الحق" کا وظیفہ تھا ۔ آخر شریعت کا حکم غالب
آیا اور پہلے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر چڑھا دیئے گئے ۔ وہاں

بھی وہی ایک آواز تھی اور آخر " انا الحق " کہتے ہوئے معشوق حقیقی سے جا ملے اور کشتگان رہ عشق و شہیدان وفا میں نام لکھوا کر دو عالم میں مشہور ہو گئے۔ استاذ کی دعا بھی اثر دکھلا گئی اور ان کے حصہ میں جو نعمت ازل سے لگ چکی تھی وہ بھی مل گئی۔ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی وہی آواز جاری تھی۔

۳۰۹ھ ہجری میں بغداد میں یہ واقعہ ہوا۔ ان کی وفات سے اکثر لوگوں کو صدمہ ہوا۔ مگر چونکہ ان کا " انا الحق " کہنا قاعدہ شریعت کے بالکل خلاف تھا اس لئے ان کے بچانے اور چھڑانے کی ، کوشش نہیں کر سکے۔ بعض علماء نے ان کو اس کلمہ خلاف شرع کی وجہ سے بہت برا سمجھا ہے اور کہا ہے کہ ان کو تصوف سے کچھ علاقہ بھی نہ تھا۔ اور بعض علماء نے ان کی بہت تعریف کی ہے اور ان کی عبادت و محبت پارسائی و کرامت کو دیکھ کر ، ان کو معذور سمجھا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعض کتابوں میں ان کو اولیائے کاملین میں شمار کر کے ان پر جو کچھ ، اعتراض ہوتے تھے ان سب کا عمدہ طرح سے جواب دیا ہے۔ اگرچہ بعض صوفیاء نے کہا ہے کہ منصور بچے تھے ضبط نہ ہو سکا ایک ہی جرعہ میں ایسے بے ہوش ہوئے کہ خبر نہ رہی کم کہتے ہیں

کامل وہ ہے کہ دریا کے دریا چڑھا جائیں اور پھر بھی خبر نہ ہو۔ تاہم منصور نہایت اعلیٰ درجہ کے لوگوں میں تھے۔ قدس سرہ العزیز۔

حضرت شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ

اس میں اختلاف ہے کہ آپ کسی کے سلسلہ بیعت میں داخل ہیں یا نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ حضرت مجدد الدین بغدادی رحمہ اللہ کے مرید ہیں۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ مرید نہیں، صرف طالبانہ اعتقاد رکھتے تھے۔ اسی لئے ان کی طرف منسوب ہیں۔ ورنہ اصل میں اویسی ہیں۔ شیخ حسین منصور حلاج کی روح سے ان کو فیض پہنچا ہے مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام سے معلوم

لہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت سیدی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ نے ان منصور کے مفصل حالات ایک مستقل کتاب میں جمع کر دیئے ہیں جو "القول المنصور" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ حضرت موصوف کی تحقیق کا خلاصہ ان کے بارہ میں یہ ہے کہ صاحب حال اور معذور ولی اللہ تھے۔ محقق کامل نہ تھے۔

بندہ محمد شفیع دیوبندی عفا اللہ عنہ

ہوتا ہے کہ منصور کا نور ڈیڑھ سو سال کے بعد حضرت فریدالدین رحمۃ اللہ تعالے علیہ پر جلوہ افگن ہو کر ان کا مربی بنا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز مجدالدین بغدادی رحمۃ اللہ تعالے علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ زار زار رو رہے تھے۔ عرض کیا کہ یا حضرت کیا وجہ ہے کہ اس قدر گریہ زاری فرماتے ہیں۔

فرمایا کہ بہت سے برگزیدہ اولیاء خدا کے سالک اور علم خداوندی کے عالم ایسے گزرے ہیں کہ جن کے اوپر رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کا یہ قول مبارک صادق آتا ہے کہ۔

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام کے مانند ہوں گے۔

رات کو دعا کی تھی کہ یا خدا مجھے ان لوگوں سے بنا دے یا ان کے دیکھنے والوں میں سے۔ اب اس کی قبولیت کی تمنا میں رو رہا ہوں۔

حضرت عطار پہلے اپنی تجارت اور عطاری کی دوکان میں مصروف رہتے تھے کچھ توجہ الی اللہ غالب نہ تھی۔ ایک روز دوکان کے کاروبار میں لگے ہوئے تھے کہ ایک فقیر نے آکر سوال کیا اور کئی دفعہ کہا کہ بابا کچھ خدا تعالے کے نام پر بھی دو۔ انہوں نے کچھ خیال نہ

کیا تو فقیر نے کہا کہ اے عطار دنیا میں اتنا مصروف ہے کس طرح مرے گا۔ عطار نے کہا کہ جیسے تم مروگے اسی طرح ہم۔ فقیر نے کہا تم ہماری طرح کہاں مر سکتے ہو۔ عطار نے کہا کیوں نہیں۔ فقیر کے ہاتھ میں ایک لکڑی کا پیالہ تھا۔ اسے سر کے نیچے رکھ کر لیٹ گیا۔ اور اللہ کہہ کر دنیا سے رخصت ہوا۔ یہ حال دیکھ کر حضرت عطار کی حالت بدل گئی دنیا سے دل سرد ہوگیا اور دوکان چھوڑ چھاڑ کر فقراء اور صوفیا کی جماعت میں داخل ہو گئے۔

جب مولانا رومؒ بلخ سے واپس ہوتے ہوتے نیشاپور پہنچے ہیں تو شیخ عطار رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے ملاقات ہوئی ہے عطار کی عمر اس وقت زیادہ ہوگئی تھی اور ضعیف ہوگئے تھے حضرت فرید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اپنی کتاب اسرار نامہ مولانا روم علیہ الرحمۃ کو دے کر غور سے مطالعہ کرنے کی وصیت کی، مولانا اس کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے۔ حضرت عطار رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی تصنیف سے کئی ایک رسالے ہیں جن میں اسرار توحید وحقائق ومعارف اور نصائح عامہ وخاصہ اس قدر موجود ہیں کہ شاید ہی کسی دوسرے کی تصنیف میں ہوں۔ ایک سو چودہ سال کی عمر میں تاتاری کفار کے ہاتھ سے ۶۲۷ھ ہجری میں شہید ہوئے۔ مزار آپ کا نیشاپور میں واقع ہے۔

حکیم سنائی غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ غزنین کے رہنے والے ہیں اور ان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جو سلسلۂ صوفیائے کرام میں داخل ہونے کے ساتھ ساتھ اُس، شعر و شاعری کا اعلیٰ مذاق رکھتے ہیں جو تصوف کے لیے باعثِ رونق ہے اور جن کے کلام میں ہمیشہ تصوف کا رنگ نظر آتا ہے دو روزہ حسن اور ظاہری گل و بلبل کے قصوں میں نہیں پڑتے بلکہ اس شاہدِ حقیقی کے فراق میں رہتے ہیں جو قریب ہے مگر نظر نہیں آتا آپ کا کلام گو ہر کسی کو مرغوب ہے لیکن حضرات صوفیاء میں بہت مقبول ہے۔

"حدیقۃ الحقیقۃ" آپ کی مشہور تصنیف ہے جس کو صوفی مزاج لوگ مولانا کی مثنوی کی طرح مجالس میں پڑھ کر لطف اٹھاتے ہیں اور اور ایک قصہ ہے جس کا نام "رموز الانبیاء" ہے پہلے آپ دوسرے شعراء کی طرح بادشاہوں، رئیسوں کی مدح سرائی اور قصیدہ گوئی میں اپنا وقت صرف کرتے تھے یہ خصوصیت اور بزرگی حاصل نہ، تھی۔ ایک مرتبہ سلطان محمود سبکتگین کسی ملک کو فتح کرنے کے

لیے جاڑے کے موسم میں جلانے والے تھے اور غزنین سے نکل کر باہر
خیمے لگانے تھے۔ حکیم سنائی ان کی مدح میں قصیدہ لکھ کے پہنچتے
تھے ابھی پیش نہیں کیا تھا کہ ایک دفعہ راستے میں ایک بھڑبھونجے
کے دروازہ پر پہنچے جہاں ایک مجذوب و مجبوب خداوندی پڑے
ہوئے تھے جو بے ہوشی کی وجہ سے احکام شرع معذور تھے۔
کیا سنتے ہیں کہ مجذوب صاحب اپنے خادم سے کہہ رہے ہیں
کہ لاؤ ایک جام بھر دو سلطان محمود کے اندھا ہونے کے لئے۔ ساقی
نے عرض کیا کہ شاہ صاحب ایسے غازی مرد اور اسلام کے بادشاہ
کا برا چاہتے ہو۔ مجذوب نے کہا کہ ایسے کا برا چاہنا خوب ہے جو
اپنی سلطنت کا ابھی انتظام نہیں کر سکا کہ دوسرے ملک کی حرص،
کرنے لگا ہے۔ ساقی نے جام بھر دیا اور شاہ صاحب نوش کر گئے
پھر کہا کہ سنائی شاعر کے اندھا ہونے کے لیے جام بھر دو۔
خادم نے عرض کیا کہ جناب سنائی کا کیا قصور ہے وہ ایک نہایت
لطیف طبع اور فصیح شاعر عالم آدمی ہے۔ کہنے لگے کہ اگر لائق ہوتا
تو ایسے کام میں لگتا جو آخرت میں کام آتا۔ بے ہودہ سرائی کرتا پھرتا ہے
ایک ورق پر جھوٹی سچی تعریف بادشاہ کی لکھ کر سنانے کو لیے،
پھرتا ہے کمبخت کو یہ خبر نہیں کہ دنیا میں کیوں آیا تھا۔

سنائی باہر کھڑے سن رہے تھے یہ باتیں سن کر کانپ گئے
اور حالت بدل گئی۔ غور کیا تو واقعی اپنے آپ کو بالکل آخرت سے
بے خبر اور غفلت میں مبتلا پایا۔ اسی روز سے اپنی وضع بدل دی
اور تصوف و سلوک کا شوق کر کے حضرات صوفیہ میں داخل ہونے
لگے ہیں کہ ۵۲۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی ۔

شیخ صدر الدین محمد بن اسحاق القونوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

قونیہ کے رہنے والے ہیں۔ آپ ابوالمعالی کنیت سے مشہور ہیں علوم
ظاہری و باطنی آپ کی ذات میں جمع تھے اور معقول و منقول سے
حصہ وافی آپ کو حاصل تھا۔ علامہ قطب الدین شیرازی کے حدیث
میں شاگرد ہیں اور کتاب جامع الاصول لکھ کر شیخ کو سناتے تھے
اور اس پر بہت فخر کیا کرتے تھے۔ کمال باطنی کا یہ حال تھا کہ شیخ
فخر الدین عراقی اور شیخ مؤید الدین خجندی اور مولانا شمس الدین ایکی
وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم بڑے بڑے اولیائے کرام نے آپ کے فیض
صحبت سے کمال حاصل کیا تھا۔

شیخ صدر الدین اور مولانا رومی میں باہم نہایت محبت و اتحاد
تھا چنانچہ مولانا کے حالات میں ان کا کسی قدر حال گزر چکا ہے

مولانا نے اپنے جنازہ کی نماز پڑھانے کے لئے انہیں کو وصیت کی تھی۔ ایک روز قونیہ کے تمام عام خاص لوگ جمع تھے۔ مجلس بھر رہی تھی شیخ صاحب مصلے پر بیٹھے تھے مولانا رومی تشریف لائے تو شیخ نے مصلے چھوڑ دیا۔

مولانا نے فرمایا کہ اس گستاخی کا قیامت میں کیا جواب دوں گا کہ شیخ کے مصلے پر بیٹھا۔ شیخ نے کہا کہ اچھا ایک طرف ہم بیٹھیں ایک طرف آپ، مگر مولانا نے اس کو بھی نہ مانا تو شیخ نے مصلے ہی کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا۔ اللہ اکبر! پہلے اکابر باہم ایک دوسرے کا کس قدر ادب ولحاظ کرتے تھے اور باہم کیسے خلوص واتحاد سے رہتے تھے۔

ایک یہ زمانہ ہے کہ جس کو بزرگی کی ہوا لگ جاتی ہے وہ اپنے سوا سب کو ذلیل وگمراہ سمجھتا ہے ایک دوسرے کی وجاہت سے جلتا ہے ایک کے مرید دوسرے کو سخت الفاظ کہنے میں شرم نہیں کرتے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ مؤید الدین خجندی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

آپ نے علوم ظاہری بھی شیخ صدرالدین رحمۃ اللہ تعالے علیہ سے حاصل کئے اور کمالات باطنی میں شیخ موصوف ان کے مرشد تھے۔ اور ہر قسم کا فیض انہیں سے حاصل ہوا ہے۔ مؤید الدین رحمۃ اللہ تعالے علیہ فرماتے تھے کہ شیخ نے فصوص الحکم کے دیباچہ کی شرح میرے لئے کی تھی۔ اثنا تحریر میں بعض لطائف اور واردات غیبی شیخ پر ظاہر ہوئے جن کا اثر مجھ پر اس قدر غالب ہوا اور مجھ میں ان کے فیوض کی ایسی تاثیر ہوئی کہ پوری کتاب کا مضمون دیباچہ کی شرح سے مجھ پر ظاہر ہوگیا۔ چنانچہ اس کتاب کی ایسی شرح، مولانا مؤید الدین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے لکھی کہ کسی نے نہ لکھی ہوگی۔ اس کی تحقیق دیکھ کر ان کے علم کا حال کھلتا ہے آج تک سب، لوگ اسی شرح سے مدد لیتے ہیں اور مولانا کے کمال علمی پر تعجب کرتے ہیں۔

حضرت بابا کمال خجندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے خلیفہ ہیں مدت تک خدمت میں رہ کر فیوض حاصل کرتے رہے۔ جب مرتبہ تکمیل

وکمال کو پہنچے تو حضرت شیخ نے کہا کہ ہمارا ایک بہت ضروری اور مشکل کام ہے دیکھیں کون انجام دیتا ہے۔ بابا کمال نے نہایت مستعدی سے اس کو پورا کرنے کا ارادہ کر کے عرض کیا کہ بندہ حاضر ہے۔ شیخ خوش ہوئے اور فرمایا کہ ترکستان جاؤ اور ہماری امانت پہنچا دو۔ وہاں مولانا شمس الدین مفتی کا ایک کم عمر بیٹا ہے جاکر ہمارا یہ خرقہ اس کو پہنا دینا۔ جہاں تک ہو سکے اس عزیز کی تعلیم و تربیت اور ترقی میں دریغ نہ کرنا۔

یہاں سے رخصت ہو کر بابا، مفتی صاحب کے وطن میں پہنچے شہر میں جا رہے تھے کہ ایک جگہ لڑکے کھیل رہے تھے اسی جگہ مفتی صاحب کے صاحبزادہ جن کا نام احمد مولانا تھا کھڑے تھے لیکن کھیلنے میں شریک نہ تھے بلکہ کھیلنے والوں کے کپڑوں کے پاس حفاظت کر رہے تھے۔ بابا کمال علیہ الرحمۃ کو دیکھ کر دوڑے اور لپٹ کر کہنے لگے کہ ہم دوسروں کے کپڑوں کی حفاظت کرتے ہیں اور آپ ہمارے کپڑے (یعنی خرقہ) کو محفوظ رکھے۔ بابا کمال جو اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو گلے سے لگا لیا اور ان کے مکان پر لے گئے ان کے والد سے کہا کہ یہ لڑکا میرے پاس چھوڑ دیجئے۔

مفتی صاحب نے فرمایا کہ یہ لڑکا کچھ مجذوب سا ہے آپ

کی خدمت اچھی طرح نہ کر سکے گا اس کا چھوٹا بھائی تیز اور سمجھدار ہے اس کو اپنی خدمت میں رکھئے ۔ بابا صاحب نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ اس کو بھی صاحب نصیب کرے مگر ہم تو مرشد کے کہنے سے اسی واسطے آئے ہیں ۔ غرض تھوڑے ہی عرصہ میں مولانا احمد مدارج باطنی طے کر کے اعلیٰ کمال پر پہنچ گئے اور ہزاروں طالبان حق کو ان سے فیض پہنچا ۔ بابا کمال رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ بھی اپنے مرشد سے سرخرو ہوئے ۔

حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ

ابتدائے عمر سے تحصیل علوم میں مشغول رہے ۔ علم ظاہر حاصل ہونے کے بعد علوم باطنی کی طرف توجہ فرمائی اور جامع علم ظاہر و باطن ہونے کے بعد پندرہ برس برابر علوم دینیہ کے درس و تدریس اور فیض رسانی میں مصروف رہے ۔ حج بیت اللہ شریف کے ارادے سے وطن سے روانہ ہوئے اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو کر واپس ہوتے ہوئے بعض شہروں کی سیر کرتے ہوئے اور بہت سے بزرگوں کا حال دیکھتے ہوئے قسمت کی رسائی ، اور نصیب کی بلندی سے بغداد شریف پہنچے ۔ بغداد حضرت شیخ شہاب الدین

سہروردی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے فیض انوار سے منور ہو رہا تھا ۔ مطلوب حقیقی کے ڈھونڈنے والوں سے خانقاہ بھری رہتی تھی یہ بھی وہاں پہنچے۔ کئی روز ٹھہرے رہے اور تمام حالات کو دیکھ کر بیعت ہو گئے اور جو کچھ فضل و کمال قسمت میں تھا وہ سب اسی جگہ سے ملا ۔ کچھ عرصہ خدمت میں رہے آخر اجازت حاصل ہونے کے بعد ہندوستان میں وطن آ گئے ۔ مدت تک یہاں فیض پہنچاتے رہے دور دور کے لوگ ان کا نام اور شہرۂ فیض سن کر دوڑے آتے تھے جو آتا تھا خالی نہ جاتا تھا ۔ شیخ فخرالدین عراقی بھی در دولت پہنچے اور فیض صحبت سے مالا مال ہو کر آپ کے ارشد خلفاء میں شمار ہوئے ۔ (شیخ فخرالدین عراقی علیہ الرحمۃ کے حالات آئندہ مذکور ہوتے ہیں لہٰذا حاجت تفصیل کی نہیں)۔ آپ کی وفات کے بعد جانشین آپ کے صاحبزادے شیخ صدرالدین ملتانی ہوئے ۔

شیخ فخرالدین ابراہیم عراقیؒ

ابتدائے عمر میں قرآن شریف پڑھا اور ایسی خوش آوازی سے پڑھتے کہ سننے والے دل تھام کر رہ جاتے اور جس وقت پڑھتے تھے لوگوں کا ہجوم ہو جاتا تھا ۔ قرآن مجید کو پوری طرح محفوظ کر لینے کے

بعد دیگر علوم کی طرف توجہ کی اور ستر ہ سال کی عمر میں اکثر علوم سے
فراغت حاصل کر لی ۔ اس کے بعد دوسری حالت ہو گئی اور مطلوب
حقیقی کی طلب میں حضرت شیخ زکریا ملتانی کی خدمت میں ہندوستان
پہنچے ۔ شیخ بہاؤالدین زکریا ملتان میں اس وقت نہایت باکمال
اور مشہور شیخ وقت اور تصوف کے ماہر شخص تھے ۔ شیخ فخرالدین کو
بیعت میں لے کر ان سے چلہ کشی شروع کرائی ۔ ابھی دس ہی روز گزرے
تھے کہ شیخ پر وجد اور حال کا غلبہ ہوا ۔ بار بار آواز بلند اشعار پڑھتے
اور اکثر ذوق و شوق میں اس شعر کو پڑھا کرتے ۔

نخستیں بادہ کاندر جام کردند
ز چشم مست ساقی وام کردند

چونکہ شیخ ملتانی کا طریقہ بالکل سکون اور سکوت کا تھا اور مراقبہ
اور ذکر کے سوا کچھ ہوتا ہی نہ تھا ان کے معتقد اور مریدین اس قسم کے
جہر و اظہار و اشعار خوانی کو بالکل ایک نئی بات اور اپنے طریقے کے
خلاف سمجھتے تھے لہذا لوگوں نے شیخ ملتانی سے شکایت کی ۔ شیخ
نے فرمایا کہ چونکہ وہ بے خودی میں پڑھتے ہیں لہذا معذور ہیں ۔
لیکن تم لوگ نہ پڑھنا ۔ تھوڑے عرصہ کے بعد جب حضرت شیخ نے
ان کے بعض حالات دیکھے اور سمجھا کہ ضرورت زیادہ چلہ کشی کی نہیں ہے

تو حجرہ کے دروازے پر جا کر آواز دی کہ سیّد عراقی اٹھو۔ فخرالدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ حجرہ سے باہر نکل کر مرشد کے قدموں پر گر پڑے حضرت شیخ نے ہاتھوں سے ان کو اٹھایا۔ اور اپنا جبہ و خرقہ نکال کر ان کو پہنا دیا۔ پھر روز بروز عنایت زیادہ ہوتی گئی اور یہاں، تک شفقت ہوئی کہ شیخ نے اپنی صاحبزادی کا عقد مولانا فخرالدین سے کر دیا۔ ان سے ایک لڑکا تولد ہوا جس کو شیخ، کبیرالدین کہہ کر پکارتے تھے۔ پھر ہمیشہ یہ اپنے شیخ کی خدمت میں مشغول رہے اور شیخ ان پر نہایت توجہ فرماتے رہے۔ آخر پچیس ۲۵ سال کی اس مبارک صحبت کے بعد جس کی نسبت مولانا فرماتے ہیں ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

شیخ کو عالم بقا کا سفر پیش آیا۔ وفات سے پہلے ان کو بلا کر پورے طور سے خلافت عطا فرمائی۔ آپ داخل جنت ہو گئے۔ شیخ کی روز افزوں عنایت اور عطائے خلافت سے بعض مرید ان سے بہت برہم ہوئے اور حسد رکھنے لگے۔ شاہ وقت سے شکایت کی کہ یہ شخص خوبصورت لوگوں کی طرف زیادہ میل رکھتا ہے۔ اور جھوٹے سچے الزام لگا کر کہا کہ خلافت کے لائق یہ ہرگز نہیں ہے۔

ان کو بھی خبر مل گئی ۔ اب ایسے حاسدوں کے مجمع میں رہنا پسند نہ کیا اور بعض معتقدین کو ساتھ لے کر یہاں سے چلے اور مبارک سفر حرمین شریفین کا قصد کیا اور ادائے حج و زیارت روضۂ منورہ سے فارغ ہو کر روم پہنچے ۔ اس زمانہ میں شیخ صدرالدین قونیوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا شہرہ تھا ۔ اور دور دور سے لوگ کسب کمال کے لئے حاضر ہوتے تھے ۔ گو شیخ فخرالدین خود بھی ایک کامل ، اور خلافت یافتہ سندی شیخ تھے لیکن انہوں نے اس شعر پر عمل کیا ہے

اے برادر بے نہایت درگہی است
ہر چہ بروے میرسی بروے مایست

اور شیخ کے حلقۂ فیض میں داخل ہو گئے ۔ شیخ صدرالدین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ تصوف کے بعض سبق بھی اپنے شاگردوں اور مریدوں کو پڑھاتے تھے جس میں وہ تصوف کے بہت باریک نکات اور پیچیدہ مسائل بیان کرتے تھے ۔ شیخ فخرالدین علیہ الرحمۃ سے زیادہ سمجھنے والا اور کون ہو سکتا تھا یہ غور سے سنتے اور یاد رکھتے اور خود بھی بعض مضامین تصوف کے متعلق لکھ کر شیخ کو دکھلاتے ۔ شیخ ، بہت محظوظ ہوتے ۔ چونکہ شیخ فخرالدین علیہ الرحمۃ اب دو بزرگان کامل کی شفقت سے ایک اعلیٰ رتبہ حاصل کر چکے تھے ، روم میں

بھی ان کے ہزاروں معتقد و مرید تھے ۔ امیر معین الدین جو روم کے بڑے درجے کے رئیسوں میں تھے ان سے نہایت عقیدت رکھتے تھے ۔ ہر روز پاپیادہ شیخ کی ملاقات کو آتے ایک نہایت ہی وسیع اور خوش وضع خانقاہ ان کے لئے بنوائی جس میں یہ مع اپنے تمام مریدوں اور خادموں کے رہتے تھے ۔ اس زمانہ میں شیخ پر عجیب حالت طاری تھی ۔ سماع کی مجلس بھی گرم رہتی تھی ۔ اور ذکر اللہ سے بھی خانقاہ گونجتی تھی ۔ ایک قوال سے بھی بہت الفت تھی جس کا نام حسن تھا ، امیر معین الدین علیہ الرحمۃ کی فرمائش سے وہ ہمیشہ وہیں رہتا ۔ اور غزل و اشعار کا مشغلہ رہتا ۔ شیخ خود بھی اشعار کہتے اور پڑھواتے ۔ ایک مرتبہ شیخ کے اس شعر پر تمام مجلس میں عالم وجد طاری ہوگیا ؎

سازِ طرب عشق چہ دانی کہ چہ ساز است
کز زخمہ او نُہ فلک اندر تک و تاز است

کئی سال تک قوال رہا آخر ایک روز شیخ کی عنایت و توجہ پاکر رخصت کی اجازت مانگ بیٹھا گو شیخ کو قلق ہوا مگر اس کو رخصت کر دیا ۔ اس عرصہ میں شیخ کے صاحبزادے کبیر الدین جو شیخ زکریا علیہ الرحمۃ کے نواسے تھے ۔ ہندوستان سے والد کی خدمت میں آگئے

سے تھے اور بہت کچھ فیوض و برکات اپنے کامل باپ سے حاصل کر چکے تھے ۔ اب شیخ فخر الدین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کو وصال شاہد حقیقی کا شوق ہوا بیٹے کو بہت سی جامع اور مفید نصیحتیں اور ضروری وصیتیں کر کے آٹھ ذیقعدہ ۶۱۵ھ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہا ۔ شیخ محی الدین بن العربی قدس اللہ سرہٗ کے مزار مبارک کے قریب ان کا مزار ہے ۔ جب صاحبزادے کبیر الدین کی وفات ہوئی تو وہ بھی والد کے پہلو میں دفن ہوئے ۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ۔

حضرت شیخ اوحد الدین حامد الکرمانی

آپ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے ۔ ابتدائے عمر سے درویشی سے مناسبت اور دنیا سے یکسوئی تھی ۔ شیخ رکن الدین سنجاسی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی مجلس حال و قال میں پہنچے اور ایسا اثر پڑا کہ بیعت ہو گئے ۔ محنت ، مجاہدہ ، عبادت تو ان حضرات کا کام ہی تھا خدا تعالیٰ نے برکت اور فضل فرمایا کمال اور تقرب کے درجے حاصل ہوئے شیخ محی الدین بن العربی کی صحبت میں بھی کسی قدر رہے ہیں اور حضرت شیخ محی الدین نے اپنی بعض تصانیف میں ان کا ذکر بھی کیا ہے ۔
شیخ رکن الدین علاء الدولہ فرماتے ہیں کہ میں سنا کرتا تھا کہ حضرت

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا اوحدالدینؒ کو بدعتی فرمایا ہے۔ مدت سے یہ بات دل میں کھٹکتی تھی۔ ایک دفعہ حج کو جانے کا اتفاق ہوا۔ منیٰ میں قافلہ ٹھہرا ہوا تھا کہ لوگوں میں شہرت ہوئی کہ حضرت شیخ شہاب الدینؒ کے بعض مرید بھی قافلہ میں ہیں۔ تلاش کرتا ہوا انکی خدمت میں پہنچا۔ نہایت خلیق اور عمدہ آدمی تھے ادھر اُدھر کی باتیں کرتے کرتے میں نے ذکر کیا کہ سنا ہے حضرت شیخ رحمہ اللہ اوحدالدین رحمہ اللہ کو بدعتی فرماتے تھے۔ وہ صاحب فرمانے لگے۔ کہ بیشک واقعہ درست ہے میں بھی اس وقت موجود تھا اتفاقاً شیخ اوحدالدینؒ کا ذکر آگیا شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے سامنے اس بدعتی کا نام نہ لو۔ دوسرے روز پھر بھی میں شیخ شہاب الدینؒ کی مجلس میں موجود تھا۔ مریدوں نے عرض کیا کہ یا حضرت جو کچھ آپ نے اوحدالدینؒ کی نسبت فرمایا تھا اس کو سنکر شیخ اوحدالدینؒ کہتے تھے کہ مجھ کو یہی عزت کافی ہے شیخ نے زبان مبارک سے میرا نام تو لیا ہے۔

وما سا عرنی ذکراک لی بساءۃ ـ بلی سرنی انی خطرت ببالک

رنج کیسے ہو یہ سنکر کہ برا کہتے ہو ـ کہ برا کہتے ہو پر نام تو لے لیتے ہو

یہ بات سنکر شیخ شہاب الدینؒ نے اوحدالدینؒ کے خلق کی تعریف فرمائی

رحمۃ اللہ علیہما وعلیٰ من احبہما ۔

تمت بالخیر!

ہماری چند لازوال اور خوبصورت دینی مطبوعات

اسلام میں مشورہ کی اہمیت ، مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ (عکسی انگریزی کا اردو ترجمہ)

مشورہ کی اہمیت، مشورہ کے معنی، مشیر کی ذمہ داریاں، اور مشورہ امانت کا مفہوم

آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ ۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ اور پاکیزہ طرز زندگی پر مستند کتاب ۔

شب برات ، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ ۔

شب برات کے صحیح احکام و فضائل، اور چراغاں و دیگر بدعات کی خرابیاں ۔

اسلام کے بنیادی عقائد ، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ ۔

خدا کا وجود، توحید، نبوت، قیامت جیسے اہم عقائد سلیس انداز میں اسلامی معجزات

اعجاز القرآن ، علامہ شبیر احمد عثمانی رح

قرآن حکیم کے معجزہ برحق ہونے پر تفصیلی دلائل اور اعجاز قرآن کا ثبوت ۔

مجموعہ رسائل ثلاثہ ، علامہ شبیر احمد عثمانی رح

ہدیہ سنیہ، تحقیق الخطبہ، اور سجود الشمس، تینوں رسائل یکجا ۔

العقل والنقل ، علامہ شبیر احمد عثمانی رح

عقل اور مذہب کے درمیان باہمی تعلق پر سیر حاصل بحث ۔

شہید کربلا اور یزید : مولانا قاری محمد طیب مدظلہ

محمود احمد عباسی کی کتاب "خلافت معاویہ و یزید" کا مفصل جواب۔

کلمہ طیبہ یعنی کلمات طیبات : مولانا قاری محمد طیب۔

کلمہ طیبہ کا قرآن و حدیث سے ثبوت اور دس کلمات کی تشریح۔

علم غیب : مولانا قاری محمد طیب مدظلہ۔

علم غیب کے مشہور اختلافی مسئلہ کی بے مثل تحقیق بعد رسالہ حضرت گنگوہی۔

شرعی پردہ : مولانا قاری محمد طیب۔

پردہ کا قرآن و حدیث سے ثبوت اور پردہ پر کئے جانے والے اعتراضات کے جواب۔

فلسفہ نماز : مولانا قاری محمد طیب۔

نماز کی اہمیت، حکمت اور نماز کا فلسفہ انتہائی دلنشین انداز سے۔

انسانیت کا امتیاز : مولانا قاری محمد طیب۔

انسانیت کا امتیاز صرف علوم ربانی ہیں اپنے موضوع پر واحد کتاب۔

خاتم النبیین : مولانا قاری محمد طیب۔

آپ خاتم النبیین ہیں یعنی آپ کی تنہا ذات میں تمام انبیاء کے کمالات یکجا ہیں۔

شان رسالت : مولانا قاری محمد طیب۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رسالت حکیمانہ انداز سے۔

اصول دعوت اسلام : از مولانا قاری محمد طیب ۔ اسلام

اسلام کے تبلیغی نظام کی مکمل وضاحت، مبلغین کیلئے ضروری کتاب ۔

دست غیب : مولانا سید میاں اصغر حسین ۔

رزق حلال کے فضائل اور حرص مال کی مذمت پر دلچسپ رسائل ۔

گاؤں میں جمعہ کے احکام : حضرت گنگوہیؒ اور حضرت تھانویؒ ۔

حضرت گنگوہی اور حضرت تھانوی کے دو مشہور رسالوں کا مجموعہ ۔

سبیل الرشاد : حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

تقلید شخصی، آمین بالجہر اور دیگر اہم موضوعات پر علمی تحریر ۔

رد الطغیان فی اوقات القرآن : حضرت گنگوہی ۔

قرآن مجید کے اوقاف پر غیر مقلدین حضرات کے ایک فتویٰ کا جواب ۔

بریلوی فتنہ کا نیا روپ : مولانا محمد عارف سنبھلی ۔

بریلوی حضرات کی کتاب زلزلہ کا مفصل و مدلل جواب ۔

دیوبند سے بریلی تک : مولانا ابو الاوصاف رومی ۔

بریلوی حضرات کی جانب سے علماء دیوبند پر اٹھائے گئے اعتراضات کا جواب ۔

گیارہ تقریریں : مولانا محمد محترم فہیم الہ آبادی ۔

—— انفاق فی سبیل اللہ کے موضوع پر جمعہ کی گیارہ تقریریں ۔

دستور تزکیہ نفس : مولانا حکیم محمد اختر صاحب ۔

—— نفس کی اصلاح کے لئے آسان طریقہ کار ۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام : مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۔

—— حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر بہترین تصنیف ۔

ختم نبوت : مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۔

—— ختم نبوت کے موضوع پر ایک اچھوتی علمی تحریر ۔

مکتوبات امدادیہ : حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ۔

حضرت تھانوی کے نام حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے ۵۰ خطوط مع فوائد ۔

سال بھر کے مسنون اعمال : حضرت تھانویؒ ۔

بارہ مہینوں کے احکام و فضائل مستند احادیث اور کتابوں سے ۔

فضائل استغفار : حضرت تھانویؒ ۔

استغفار کی فضیلت اور استغفار کے طریقے قرآن و حدیث کی روشنی میں ۔

معارف گنگوہی : حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ۔

حضرت گنگوہی کے حکیمانہ نادر ملفوظات جو پہلی بار یکجا طبع ہوئے ۔

فتاویٰ میلاد شریف : از حضرت گنگوہیؒ ۔

مروجہ طریقہ میلاد شریف ۔ از حضرت تھانویؒ ۔

حیات خضر علیہ السلام : مولانا سید میاں اصغر حسینؒ

حضرت خضر علیہ السلام کے دلچسپ حالات مستند کتابوں سے

اذان اور اقامت : مولانا سید میاں اصغر حسینؒ ۔

اذان اور تکبیر کے جملہ فضائل اور مسائل کا بہترین مجموعہ ۔

سلاسل طیبہ : مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

صوفیاء کے چاروں طریقوں کے اوراد و اشغال اور ان کے منظوم شجروں کا مجموعہ

اسلامی آداب : مولانا عاشق الٰہی بلند شہری

اسلامی آداب کا مجموعہ جس کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے ۔

مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ ۔ مولانا مناظر احسن گیلانی

مسلمانوں کے آپس میں فرقہ وارانہ اختلافات پر بہترین تبصرہ ۔

نماز اور اس کے مسائل : مولانا محمد محترم فہیم عثمانی

نماز کے تمام اہم اور ضروری مسائل مع مسنون دعائیں اور جمعہ و عیدین کے خطبات۔

حیات شیخ الہند : مولانا سید میاں اصغر حسین

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن کی مکمل و مفصل سوانح عمری ۔ مجلد عمدہ

بزم اشرف کے چراغ : پروفیسر احمد سعید ایم اے

حضرت تھانوی کے خلفاء کا جامع تذکرہ ان کے حالات ۔ مجلد

حدیث رسول کا قرآنی معیار ۔ مولانا قاری محمد طیب

حجیت حدیث کے دلائل، منکرین حدیث کا جواب اور احادیث کی اقسام ۔

فتوح الغیب اردو : حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

تصوف کی مشہور اور بنیادی کتاب کا سلیس اردو ترجمہ ۔

احکام حج انگریزی : مولانا مفتی محمد شفیعؒ

حج کے فضائل و مسائل پر انگریزی زبان میں مستند کتاب ۔

---

۲۰ پیسے کے ڈاک ٹکٹ بھیجکر مفصل فہرست کتب علیحدہ طلب کر سکتے ہیں ۔

اسلامی کتب کا مرکز

ادارہ اسلامیات (۱۹۰) انارکلی لاہور